ہم نصابی سرگرمیاں

اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں

5 ویں جماعت

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت
تلنگانہ اسٹیٹ، حیدرآباد

ناشر
حکومت ریاست تلنگانہ، حیدرآباد

اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں

جماعت پنجم

کتابچہ برائے اساتذہ

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت
تلنگانہ اسٹیٹ، حیدرآباد

پیش لفظ

انسان سماجی جانور ہے۔اپنی بقاء کے لیےضروری سماج کی تشکیل دیا ہےاس نظام کی دیکھ بھال،میل جول،بقاءاور ترقی کے لیےضروری فہم اور بھروسہ ضروری ہے۔اس کے لیے متحدہ جدو جہداور باہمی تعاون بھی ضروری ہے۔اس لیے انسانی سماج میں جانے پہچانے اور پسندیدہ اصولوں کی ضرورت ہے۔جیسا ہم چاہتے ہیں ویسا برتاؤ کرنہیں سکتے۔ ہر سماج کے اپنے کچھ اخلاقی بنیادی اصول ہوتے ہیں۔یہ اخلاقی اصول اکثریت کے لیے قابل قبول ہوتے ہیں۔

ایمانداری کے اصول ہمارے چال وچلن کے لیے مشعل راہ ہیں۔اس لیے بچوں کو بھی چاہیے کہ اس پر عمل پیرا ہوں۔اخلاقی ترقی سے مراد کچھ اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے یا کسی کے ذریعہ ترتیب دیئے گئے مثالی نمونوں کے مطابق عمل پیرا ہونا ہی نہیں ہے بلکہ اخلاقی ترقی سیمراد ہر موع پر صحیح وجوہات کی جانکاری حاصل کرنا،مدبرانہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی صلاحیت کے حامل ہونا اخلاقی شعور کے ذریعہ لیے گئے فیصلہ سے ہم میں استقامت،امن وسکون سے رہنے کی صلاحیت فروغ پاتی ہے۔یہ کام مجھے زبردستی تفویض کیا گیا ہے۔''اس لیے میں اس کو تکمیل کررہا ہوں''اس طرح کی منفی سوچ ہمیں نہیں رکھنا چاہیے۔اس طرح ایک شخص کا خودامن وسکون،سکھ چین،آرام اور استقامت سے رہنا ہی اخلاقی ترقی کا خلاصہ ہے۔اس کے لیے ضروری مہارتوں کا ہونا ہی زندگی کا ہنر ہے۔اس میں مسائل کو حل کر لینا مل جل کر کام انجام دینا،جذبات کا اظہار کرنا،قیادت کرنا،دوسروں سے خوشگوار تعلقات استوار کرنا ضروری ہے۔

یہ ایک اہم رجحان ہے کہ آج معاشرہ میں اخلاقی اقدار بدقسمتی سے زوال پذیر ہے۔ہمارے اندر موجود مفاد پرستی،لالچ ،بے ایمانی،اخلاقی اصولوں کا استحصال خودغرضی،انا پرستی جیسی بری عادتوں کی وجہ سے ہم اپنی زندگی کو پیچیدہ بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول کو بھی آلودہ کررہے ہیں۔اس سے بے چینی میں اضافہ ہورہا ہے۔اخلاقی اقدار میں زوال کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے ذہنی تناؤ تہس نہیں ہوتے ہوئے انسانی اخلاق اور انسانی رشتوں کو ہم محسوس کرسکتے ہیں۔یہ تمام ایک دن یا ایک سال میں رونما نہیں ہوتے ہیں۔ہماری زندگیوں میں صبر،مساوات،اچھے برے کی تمیز کا فقدان اس کی اصل وجہ ہے۔اس کی جگہ پر لالچ،چوری جیسی بری عادتیں جنم لے رہی ہیں۔نتیجتاً سماج میں عدم تحفظ،عدم اعتمادی،چھوٹا خاندان،اقدار کی زوال پذیری،سماج میں بے چینی جیسے امور دیکھے جارہے ہیں۔

ان کے تدارت کے لیے تعلیم کو ایک آلہ سمجھتے ہوئے اقداری تعلیم،حیاتی مہارتوں کے موضوع کو اسکولی تعلیم میں جماعت اول تا دہم ایک اہم مضمون کے طور پر متعارف کیا گیا ہے۔اس کے ذریعہ بچے اسکولس تعلیم کے مکمل کرنے تک استدلالی غور وفکر کے حامل شہری کی طرح نشوونما پانے کے لیے درکار تربیت حاصل کریں گے۔

اعلیٰ اقدار،روّیے،جذبہ ایثار،سماج ماحول اور اپنے ساتھیوں کے متعلق مخلصانہ وہمدردانہ رویہ کا اظہار،ذمہ دار شہری کے طور پر نشوونما کے لیے درکار نصاب (Syllabus) ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت حیدرآباد کی جانب سے تیار کیا گیا ہے۔

بچے آزادی سے گفتگو کرنا، سوالات کرنا، ردعمل ظاہر کرنا، اچھے برے کی تمیز کرنے کے قابل ہوں یہ بات ریاستی درسیاتی خاکہ 2011 کے ریاستی ویژن میں بیان کئے گئے ہیں۔اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست میں جماعت اول تا دہم تک اقداری تعلیم، حیاتیاتی مہارتیں نصاب تدوین کیا گیا۔پھر جماعت واری تدریسی واکتسابی کارگذاری کے لیے اساتذہ کے لیے کتابچہ تیار کیا گیا۔جماعت اول تا دہم تک فروغ دیے جانے والے 18اہم اقدار کی شناخت کر کے ہر جماعت میں ان کے متعلقہ اسباق سے جوڑ دیا گیا ہے۔جو

1) آزادی (2) مطمئن زندگی (3) کردار سازی (4) زندگی کی مہارتیں (5) احساس ذمہ داری (6) بچت (7) صحت کی قدر (8) تہذیب وتمدن سے محبت (9) سائنسی رجحان (10) انصاف (11) امن وچین سے مل جل کر زندگی گذارنا (12) محنت کی قدر (13) خدمت کا جذبہ (14) مساوات، بھائی چارگی، خواتین کے تئیں عزت (15) قومی جذبات۔حب الوطنی (16) سیکولرزم۔مذہبی رواداری (17) جمہوریت میں اقدار سے محبت (18) ایمانداری

ان میں سے 12 تعین سطحی اقدار اور فوقانوی سطح کے لیے جملہ 8اقدار پر متعین ہے۔ایک ایک قدر، ذیلی قدر کو تعین کرتے ہوئے اسباق تیار کئے گئے ہیں۔

اقدار (اخلاق) تدریس کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتے۔اس کا حصول عمل کے ذریعہ ممکن ہے۔لہٰذا جماعت واری تیار کئے گئے اساتذہ کے کتابچہ میں، مناظر، واقعات، ہر مختصر بحث ومباحثہ، عمل کرنا، ردعمل ظاہر کرنا، جیسے سرگرمیوں سے مربوط ابواب شامل ہیں۔مباحثہ کے ذریعہ رویے کی تربیت ہونا چاہئے۔عمل کے ذریعہ برتاؤ میں تبدیلی کی امید کرتے ہوئے اسباق تیار کئے گئے ہیں۔اس کو روبہ عمل لانا چاہئے۔ہماری ذمہ داری ہے اساتذہ کی رہنمائی کے لیے ہدایات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔اسی طرح طلباء کے لیے ہدایات بھی موجود ہیں۔

چاہے کتنا ہے اچھا کتابچہ کیوں نہ ہو وہ معلم کی برابری نہیں کرسکتا۔معلم خود کو ایک مثالی نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے اقدار کے فروغ کی کوشش کرے۔نصابی منصوبہ اور جماعت واری منصوبہ کے تحت تیار کئے گئے کتابچہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے درس وتدریس کا کام انجام دیں۔دستور ہند کے دیباچہ میں بتائے گئے عملی اقدار، رویے، استعدلالی غور وفکر کے حامل شہری کی طرح فروغ پانے کے لیے ایک معلم کی حیثیت سے ہماری جانب سے پوری پوری کوششیں ہونی چاہئے۔اس کتابچہ میں موجود نکات سے آپ کو کچھ حد تک رہنمائی مل سکتی ہے۔ اسی تک محدود نہ ہوتے ہوئے اس کے علاوہ دوسرا زائد مواد جمع کرکے استعمال کیا جاسکتا ہے۔اقدار پر مبنی سماج کی تشکیل کے لیے ہماری یہ ادنیٰ کوشش چاہے ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو طلباء کے ذہنوں کو منور کرے گی۔اس اعتماد کے ساتھ کوششیں کریں گے اور کامیابی حاصل کریں گے۔

ڈائرکٹر

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت' تلنگانہ' حیدرآباد۔

مرتبین

شری سورنا و نائک، کوآرڈینیٹر، ایس.سی.ای.آر.ٹی، حیدرآباد

شریمتی کے.آر.ٹی.ایل.جیوترمئی، لکچرر ایس.سی.ای.آر.ٹی، حیدرآباد.

شری ٹی.وی.ایس.رمیش، کوآرڈینیٹر، ایس.سی.ای.آر.ٹی، حیدرآباد

شریمتی یو.بگما، تلگو پنڈت، ایس.سی.ای.آر.ٹی، حیدرآباد.

شری سری نیواسولا رگھورام، معلم، پرائمری اسکول گرندھی سری، ضلع نیلور

شریمتی ونگاپوری سورنالتا، معلّمہ، GHS، پاتاپٹنم، پولاورم، ضلع مغربی گوداوری

شری ایل.ایم. پرساد، معلم، GHS,CPL، امیر پیٹ، حیدرآباد

شریمتی آگوڈوری سرلماس، معلّمہ، GPS، چیرلا پلی، چتور ضلع

شری بسیو لا پرتاپ، معلم، GPS، گما، چینتا، عادل آباد

شریمتی پی. مادھوی، تلگو پنڈت، بی.وی.بی.اے.آر.اسکول جوبلی ہلس، حیدرآباد

شری بلگم رام موہن، معلم، GPS، رویندرا پور، مدھول، ضلع عادل آباد

شریمتی جی.سرالا دیوی، معلّمہ، GPS، گنگاپور، محبوب نگر

شری نندی گاما کشور کمار، تلگو پنڈت GHS، اپاٹور، ضلع محبوب نگر

معاونین

شریمتی ڈاکٹر رما دیوی، لکچرر، ایس.سی.ای.آر.ٹی، حیدرآباد۔

شری وی.سرتھ بابو، تلگو پنڈت، سیتا پھل منڈی، حیدرآباد۔

شری ڈاکٹر ڈی.نریش بابو، تلگو پنڈت، GHS گوسپاڈو، ضلع کرنول۔

شری ڈی. چنیا، اسکول اسسٹنٹ، جگت گیری نگر، رنگاریڈی۔

شری آر.وٹھل شرما، معلم، ضلع کریم نگر۔

شری ڈاکٹر جی.وشنو پرساد، اسکول اسسٹنٹ، ضلع کرشنا۔

شری کے.شومیشور راؤ، معلم ضلع سریکاکلم۔

شری ڈی. چناراؤ، تلگو پنڈت، ضلع وجیانگرم۔

شری اے.سری نیواس راؤ، اسکول اسسٹنٹ، ضلع وجیانگرم۔

ایڈیٹر اینڈ کو آرڈینیٹر

جناب محمد افتخار الدین شادؔ، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

مشیر

جناب ڈاکٹر این او پیندر ریڈی، پروفیسر وصدر شعبہ نصاب ودرسی کتب، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ حیدرآباد

مشیر اعلیٰ

جناب جی۔گوپال ریڈی

سابق ڈائرکٹر،

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

جناب ایس جگناتھ ریڈی

ڈائرکٹر،

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

اسمائے مترجمین ومرتبین

جناب **محمد عبدالمتین**، گزیٹیڈ ہیڈ ماسٹر،
ضلع پریشد چوٹا پلی، ضلع نظام آباد۔

جناب **محمد ظہیرالدین**، اسکول اسسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، آرمور، ضلع نظام آباد۔

جناب **محمد عبدالمعز**، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول، سواران، ضلع کریم نگر۔

جناب **محمد یٰسین شریف**، گزیٹیڈ ہیڈ ماسٹر،
نلی کودور، ضلع ورنگل۔

جناب **محمد مظفراللہ خان**، اسکول اسسٹنٹ (اردو)
گورنمنٹ ہائی اسکول درگماں گڈہ، ضلع کریم نگر۔

جناب **محمد سرور**، اسکول اسسٹنٹ،
گورنمنٹ ہائی اسکول مکرم پورہ، ضلع کریم نگر۔

جناب **عطاالرحمٰن**، اسکول اسسٹنٹ
ایم پی یو پی ایس، جنارم، ضلع عادل آباد۔

جناب **خورشید علی ہاشمی**، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ گزیٹیڈ ہائی اسکول نمبر 1، ضلع عادل آباد۔

جناب **محمد علیم الدین**، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول، پٹلور، ضلع رنگا ریڈی۔

جناب **عبدالرؤف**، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول (ذکور) اوٹکور، ضلع محبوب نگر۔

جناب **محمد نذیر احمد**، موظف لکچرر
ایس.سی.ای.آر.ٹی.حیدرآباد۔

ڈاکٹر محمد عبدالقدیر، اسکول اسسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، یوتھ، ضلع عادل آباد۔

جناب **فضل احمد اشرفی**، معلم اردو
گورنمنٹ بوائس ہائی اسکول، کوٹلہ عالیجاہ، حیدرآباد۔

جناب **محمد عبدالرحمٰن شریف**، معلم اردو
گورنمنٹ ہائی اسکول، پولیس لائن ضلع محبوب نگر۔

جناب **محمد حمید خان**، معلم اردو
جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد۔

جناب **خواجہ مخدوم محی الدین**، اسکول اسسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، راما گندم، ضلع کریم نگر۔

جناب **انصاراللہ**، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول، اسریٰ کالونی، نرمل، ضلع عادل آباد۔

جناب **محمد ایوب احمد**، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول (اردو)، آتما کور، ضلع محبوب نگر۔

جناب **ارشد محمد**، ایس.آر..جی.
ایم پی پی ایس، بیلما گڈہ، ضلع عادل آباد۔

جناب **محمد اعجازالدین**، ایس..جی.ٹی
گورنمنٹ پرائمری اسکول، نیا بازار، ضلع کھمم۔

اساتذہ کے لیے ہدایتیں

- ''اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں'' کتابچے جماعت اول تا دہم ترتیب دی گئی ہیں یہ کتابیں بچوں کو ملحوظ رکھ کر تیار کی گئی ہیں۔ یعنی اساتذہ ان کا استعمال تدریسی واکتسابی سرگرمیوں کے نظم اور بچوں کے خود اکتساب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔
- ایک تعلیمی سال میں محکمہ تعلیمات کی جانب سے مضمون واری مختص کیے گئے پیریڈ کی تعداد کے مطابق جماعت واری اسباق کو شامل کیا گیا ہے۔
- جماعت ششم تا جماعت دہم ہفتہ میں 48 پیریڈ ہوتے ہیں۔ ان میں ہر مضمون کے تحت پیریڈ کی تقسیم حسب ذیل ہوگی۔

زبان اول	-	6 پیریڈ	سماجی علم	-	6 پیریڈ
زبان دوم	-	3 پیریڈ	اقدار کی تعلیم	-	2 پیریڈ
زبان سوم	-	6 پیریڈ	صحت وجسمانی تعلیم	-	3 پیریڈ
ریاضی	-	8 پیریڈ	فنون وثقافتی تعلیم	-	3 پیریڈ
فزیکل سائنس	-	4 پیریڈ	کام، کمپیوٹر کی تعلیم	-	3 پیریڈ
حیاتیات	-	4 پیریڈ	جملہ	-	48 پیریڈ

- اقدار کی تعلیم حیاتی مہارتوں کے تحت تدریسی واکتسابی سرگرمیوں کے نظام کے لیے تحتانوی سطح پر ہفتہ میں ایک پیریڈ، فوقانوی سطح کے لیے ہفتہ میں دو پیریڈ ہیں اور اسی مناسبت سے اسباق ترتیب دیے گئے ہیں۔
- تحتانوی سطح پر 12 اہم اقدار کی بنیاد پر 12 اسباق شامل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح فوقانوی سطح پر 18 اہم اقدار کی بنیاد پر 18 اسباق شامل کیے گئے ہیں۔
- ان کے علاوہ اقدار کے فروغ میں معاون نظموں، کہانیوں، گیتوں، نغموں کو زائد طور پر شامل کیا گیا ہے۔ جماعت سے سوم سے ممتاز شخصیتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔
- ایک سبق میں مضمون کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

☆سبق کا نام ☆اہم قدر ☆ذیلی قدر ☆متوقع نتائج / مقاصد ☆تمہید/مضمون/ واقعات/ بیانیے ☆مشقیں - سوچنا - ردعمل ظاہر کرنا : جماعت کا مشغلہ گروہی کام: عمل کرنا - تجربہ بیان کرنا ☆قول

- اقدار کی تعلیم اور حیاتی مہارتوں سے تعلق رکھنے والے نکات خاص طور پر مباحثہ کے لیے ہیں۔ ان پر عمل کرتے ہوئے تجربات کے تبادلہ خیال کو اہمیت دی گئی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے انہیں لکھانے کی کوشش نہ کی جاے۔
- سوچنا - ردعمل ظاہر کرنا: کے تحت دیے گئے سوالوں کے ذریعہ کمرہ جماعت میں مباحثہ کا اہتمام کریں۔ مابعد کمرہ جماعت کا مشغلہ - گروہی کام کروائیں اسی طرح عمل کیجیے - تجربات بیان کیجیے کے تحت دیے گئے امور پر عمل آوری کرواتے ہوئے بچوں سے ان کے تجربات اور احساسات بیان کروائیں۔
- دیگر مضامین کی طرح اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں کی بھی جانچ کی جاے۔ ان کی جانچ مجموعی جانچ کی طرح کی جاے۔ یعنی ایک تعلیمی سال میں تین مرتبہ جانچ کرنی ہوگی۔ اس کے لیے امتحانات منعقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے ان کے تجربات، اطلاق، چال چلن، اقدار وغیرہ کی بنیاد پر جانچ کی جاے۔
- ان کی جانچ 50 نشانات پر مشتمل ہوگی۔ اقدار کی تعلیم - مہارتیں کی بنیاد پر بچوں میں تعلیمی معیار کو فروغ دیں وہ اس طرح ہیں۔

(1) اچھے اور برے کی تمیز کرنا، اچھے کردار کے حامل ہونا (2) دستوری اصولوں پر عمل کرنا (3) شخصی اقدار یعنی قوت برداشت، رحم دلی، یگانگت وغیرہ کے حامل ہونا (4) حیاتی مہارتوں کے حامل ہونا (5) اساتذہ، بزرگوں، سماج اور حکومت کے تئیں مناسب رویہ کے حامل ہونا (6) مذکورہ بالا تعلیمی معیار کا جائزہ متعلقہ اسباق سے لیا جا یا ان کے حصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اہم اقدار سے متعلق اسباق جماعت واری دیے گئے ہیں۔ایک استعداد کے لیے 10 نشانات کے حساب سے 50 نشانات کے لیے جانچ منعقد کریں۔

- بچوں کی ترقی کا جائزہ لے کر گریڈنگ درج کریں۔

A1	–	91%
A2	–	71% - 90%
B1	–	51% - 70%
B2	–	41% - 50%
C	–	0% - 40%

- بچوں کی ترقی کی گریڈنگ درج کرتے وقت ان سے متعلق کیفیت بھی درج کریں۔
- تدریسی واکتسابی سرگرمیوں کے اہتمام کا طریقہ-تحتانوی سطح

پہلا پیریڈ
- تمہید سے واقف کروائیں۔
- سبق سے متعلق مناظر یا حالات/ واقعات/ بیانئے کسی ایک سے پڑھوائیں یا کہلوائیں۔
- سوچیے-ردِ عمل ظاہر کیجیے کے تحت دیے گئے سوالوں کی بنیاد پر کمرہ جماعت میں مباحثہ منعقد کریں۔

دوسرا پیریڈ
- جاننے سے متعلق مواد کے بارے میں بچوں کو بتلائیں یا کسی ایک سے پڑھوائیں۔مباحثہ کے ذریعہ فہم پہنچائیں۔
- کمرہ جماعت کا مشغلہ-گروہی کام کے لیے بچوں کو گروہی طور پر تقسیم کریں۔ہر گروپ کے کام کا مظاہرہ کروائیں۔
- عمل کیجیے-تجربات بیان کیجیے سے متعلق امور پر عمل آوری گھر میں کرنے کے لیے کہیں۔

تیسرا پیریڈ
- کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے تحت شامل کی گئیں کہانیوں/نغموں/نظموں/احادیث/ممتاز شخصیتوں کے بارے میں بچوں سے کمرہ جماعت میں پڑھوائیں اور مباحثہ کے ذریعہ فہم پہنچائیں۔
- اس کے بعد عمل کیجیے-تجربات بیان کیجیے سے متعلق ایک ایک طالب علم سے گفتگو کروائیں۔
- سبق کے آخر میں دیے گئے قول سے واقف کروائیں۔

- اسکولوں میں اقدار کی تعلیم، حیاتی مہارتیں کی کتابیں بچوں کو بھی دی جاسکتی ہیں۔لائبریری پیریڈ یا ظہرانے کے درمیان بچوں کو مطالعہ کے لیے یہ کتابیں دی جاسکتی ہیں۔
- اقدار کی تعلیم-حیاتی مہارتیں کے تحت دیے گئے مناظر یا حالات، واقعات، اقوال، نظمیں، احادیث، کہانیاں، ممتاز شخصیتوں سے متعلق مزید نکات حاصل کر کے بچوں کو واقف کرواسکتے ہیں اور ان کی بنیاد پر مباحثے، گروہی کام، عمل کیجیے-تجربات بیان کیجیے وغیرہ کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔
- اسکول کی لائبریری میں موجود کتابوں، میگزینوں اخباروں وغیرہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- طلبا کے لیے ہدایتیں بھی دی گئیں ہیں۔ان ہدایتوں کو پہلے پیریڈ میں پڑھ کر سنائیں اور ان کے بارے میں سمجھائیں ان کے مطابق بچوں کو عمل کرنے والا بنائیں۔

طلبا کے لیے ہدایات

☆ پیارے بچو! ''اقداری تعلیم، حیاتی مہارتیں'' نامی یہ کتاب آپ ہی کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

☆ ان میں موجود اسباق، نظمیں، کہانیاں، اقوال زرین، رہنماؤں سے متعلق آپ کے اساتذہ آپ کو بتلائیں گے یا پھر آپ خود پڑھیں، دوسروں کو بتائیں اور ان سے گفتگو کریں۔

☆ ہفتہ میں ایک دن اس کی تدریس کی جائے گی۔

☆ معلم کسی ایک عنوان کے پس منظر واقعہ کے عنوان کے مطابق طلباء میں کوئی ایک طالب علم پڑھنے کے بعد چند سوالات پوچھے گا، آپ ان سوالات کے جواب سوچ کر دیجئے او بحث میں حصہ لیجئے۔

☆ کمرہ جماعت میں گروہی مشاغل کا انعقاد ہوگا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشاغل میں حصہ لیجئے۔ اپنے گفتگو کردہ نکات کمرہ جماعت میں بیان کیجئے۔

☆ عنوان کے تحت آپ کو کام تفویض کئے جائیں گے، تفویض کردہ کام کیجئے۔

☆ اس کے بعد والے پیپر کو کیا کیا گیا؟ آپ کو کیسا محسوس ہوا؟ اس سے آپ نے کیا سیکھا؟ وغیرہ اور اپنے تجربات بیان کیجئے۔

☆ اس کے تحت زیادہ تر نکات انجام دینے اور بیان کرنے کیلئے رکھے گئے۔ ان کو لکھنے کی کوشش نہ کریں۔

☆ آپ کو معلوم کردہ/مباحث کردہ نکات کی بنیاد پر اخبارات/رسالوں کا مطالعہ کیجئے۔ ان کے ذریعہ جمع کردہ عنوانات، خبریں، اقوال زرین وغیرہ کو کمرہ جماعت میں پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد ان کو دیواری رسالہ پر چسپاں کریں۔

☆ ان نکات کی بھی جانچ ہوگی۔ لیکن ان کے امتحان ہوں گے۔ آپ کی ان سرگرمیوں میں شمولیت کیسی ہے؟

☆ آپ کا برتاؤ کیسا ہے؟ آپ میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ وغیرہ نکات کا آپ کے اساتذہ جائزہ لے کر نشانات دیں گے۔ اس کی بنیاد پر آپ کو گریڈ تک دی جائے گی۔

☆ اس طرح تعلیمی سال میں تین مرتبہ آپ کی جانچ ہوگی اور اندراج ہوگا۔ پہلا مجموعی، دوسرا مجموعی اور تیسرا مجموعی جانچ کے علاوہ آپ کی سرگرمیوں سے متعلق جائزہ لے کر آپ کی ترقی کا اندراج کیا جائے گا۔

☆ جماعت دہم کے میمو/سرٹیفکٹ میں بھی ان کی تفصیلات درج ہوں گی۔

☆ پکوان کتنا بہترین کیوں نہ ہو اس میں اگر ایک چٹکی نمک نہ ہو تو ذائقہ حاصل نہ ہوگا۔ اس طرح ہم چاہے کتنی بھی تعلیم حاصل کرلیں، کونسا بھی گریڈ حاصل کرلیں، اگر ہم میں ادب واحترام، قوت برداشت، حیا اور امتیاز نہ ہو تو ہماری قدر نہ ہوگی۔ لہذا اقداری تعلیم، حیاتیاتی تعلیم کے اسباق کے ذریعہ آپ ترقی حاصل کریں۔

فہرست مضامین

سلسلہ نشان	مشق کا نام	صفحہ نمبر
.1	آزادی	5 - 1
.2	اچھے اخلاق	11 - 6
.3	قربانی کا جذبہ	15 -12
.4	آدابِ گفتگو	20 - 16
.5	فرض	23 - 21
.6	کرنٹ کی بچت	24 - 28
.7	ہماری ذمہ داری	32 - 29
.8	استاد	38 - 33
.9	پلاسٹک نہیں	43 - 39
.10	توہم پرستی	46 - 44
.11	نصیحت	49 - 47
.12	خوش حال خاندان	52 - 50

ضمیمہ

1۔ حمد 54
2۔ نعت 56
3۔ رباعیات 57
3۔ نظمیں رغزلیں 58
4۔ کہانیاں 68
5۔ شخصیتیں 85

1 آزادی

I. اہم اقدار

آزادی

II- ذیلی اقدار

گھر میں آزادی
کا بہتر استعمال

III- مطلوبہ نتائج رمنازل رنشانہ

- گھر میں آزادانہ ماحول ہونے پر کیا ہوگا؟ آزادانہ ماحول ملنے پر کیا ہوگا معلومات حاصل کرنا۔
- گھر میں دی گئی آزادی کا بے جا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے واقف ہوں کہ گھر میں آزادی کا بہتر استعمال

IV- تمہید

آزادانہ ماحول میں ہی ترقی ہوسکتی ہے اور ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ ذمہ داریوں کو بخوبی نبھانا چاہئے۔ اگر ہمیں دی گئی ذمہ داری کو بہتر ڈھنگ سے نہیں نبھاتے ہیں تو ہم پر سے بھروسہ اٹھ جاتا ہے جس کی وجہ سے ہمیں دی گئی آزادی چھن جاتی ہے۔ آزادی دوبارہ حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس طرح گھر میں دی جانے والی آزادی کو کس طرح بہتر طور پر استعمال کریں بتانا ہی اس سبق کا مقصد ہے۔

واقعات

1- واقعہ

اظہر جماعت پنجم کا طالب علم ہے۔اس کے مدرسہ کے راستے میں حسین بی کی دُکان ہے جہاں پر کئی طرح کے کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں جس کو دیکھ کر اظہر کے منہ میں پانی آجاتا تھا۔ان چیزوں کے خریدنے کے لئے روزانہ پیسے کون دیں گے؟اس لئے اظہر اپنے ماں باپ سے روزانہ پنسل خریدنے، پن خریدنے اور کاپیاں خریدنے بہانے پیسے مانگتا۔ ماں باپ بھی معصوم بچہ سمجھ کر پیسے دیا کرتے جس سے اظہر روزانہ کھانے پینے کی چیزیں خریدتا اور کھاتا۔ایک روز آئس کریم کھاتے ہوئے دیوار پر لگے فلمی پوسٹر پر اظہر کی نظر پڑتی ہے۔وہ مدرسہ میں تقریب پرچم کشائی کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے کہہ کر والدین سے پیسے طلب کرتا ہے۔

اسکول میں تقریب پرچم کشائی کی سجاوٹ کے لئے دس روپئے لاؤ بولے جھوٹ بول کر پیسے لیتا ہے اور بے خوف، ہمت کر کے فلم دیکھتا ہے۔اظہر کی اس طرح کی فضول خرچی کو انور دیکھتا ہے اور ایسا کرنا غلط ہے کہتا ہے۔اظہر، انور کی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا ہے اور اس کو ڈراتا بھی ہے۔

اس مرتبہ حقیقت میں اظہر کو پنسل اور کتابوں کے خریدنے کی ضرورت پڑی۔ماں سے پیسے مانگتا ہے،اس پر ماں کہتی ہے کہ کل ہی میں نے تجھے پنسل اور کتابیں خریدنے کے لئے پیسے دیئے تھے،روزانہ یہی کام ہے کیا۔میں خود ہی اسکول آکر آپ کی ٹیچر سے معلوم کروں گی ٹھہرو، کہتے ہوئے وہ مدرسہ کو آگئی۔اظہر کو روزانہ پیسے دینے والی بات بتادی۔ٹیچر کی تحقیق پر انور کے ذریعہ اصل بات کا پتہ چلا۔

دیکھئے!اظہر کی جھوٹ کی وجہ سے کیا ہوا۔

2- واقعہ

پڑوسی گاؤں میں یا فلم آیا۔حشمت نے فلم کا پوسٹر دیوار پر دیکھا۔حشمت نے کسی بھی طرح فلم دیکھنے کی ٹھانی لیکن کس طرح سوچ میں پڑ گیا۔اس کو ایک حکمت سوجھی۔گھر کو آیا۔جلدی جلدی کھانا کھایا،ماں نے کہا یہ کیا جلدی ہے۔اطمینان سے کھانے کے لئے کہا۔نہیں امی، بہت سارا ہوم ورک کرنا ہے۔صادق کے گھر کو جا کر لکھ لینا ہے کہتے ہوئے تیز تیز چلا گیا۔جلدی لوٹ آنا،ماں کے کہنے کو بھی بے خاطر کر دیا۔

حشمت سائیکل ٹیکسی کو جا کر کرائے کی سائیکل لی۔اس پر سوار ہو کر پڑوسی گاؤں کو گیا۔حشمت کے آنے میں دیر ہونے پر ماں گھبرائی گئی اور اس کی شکایت حشمت کے والد سے کردی۔حشمت کے والد نے کہا کیا یہ کوئی شہر ہے جو تمہارا لڑکا کھو جائے۔حشمت کی ماں نے اور تھوڑی دیر انتظار کیا اور وہ بے چین ہو کر صادق کے مکان کو گئی۔حشمت وہاں پر نہیں آیا،معلوم ہونے پر ڈر گئی۔حشمت کی ماں کو تیز تیز آتا دیکھ کر سائیکل ٹیکسی کے مالک گورے میاں نے دریافت کیا۔اس پر وہ اپنے بچہ کی بات بتائی۔آپ کے کہنے پر پڑوسی گاؤں کو جانا ہے کہتے ہوئے میرے پاس سے تین گھنٹے قبل سائیکل لے کر گیا ہے۔

فلم کے چھوٹتے ہی حشمت گھر لوٹ آیا۔گھر آنے کے بعد اس طرح کرنا غلط ہے کہتے ہوئے ڈانٹ (غصہ میں) ڈپٹ کی۔اس کے بعد سے حشمت کو پیسے دینا بند کر دیا گیا۔

دیکھئے! کس طرح ماں باپ کی طرف سے دی جانے والی آزادی کا غلط استعمال کرتے ہوئے ان کے بھروسہ کو توڑا۔

3۔واقعہ

گوپی اسکول سے گھر آیا۔ آتے ہی ٹی وی کے ریموٹ کی تلاش کی۔ ٹی وی لگائی اور اہم کام کی طرح POGO چینل، کوشی چینل، نیشنل جیوگرافک چینل بدلتے بدلتے ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہوگیا۔ ماں نے کہا دن تمام اگر ایسا ٹی وی دیکھے گا تو آنکھ خراب ہوجائیں گی۔ والد نے کہا جانے دو اچھے مناظر ہی دیکھ رہا ہے نا۔ روزانہ اسکول سے آتے ہی یہ مشغلہ ہی ہے اور تعطیلات کے دنوں میں تو ٹی وی دیکھتے ہی گذارتا۔ ہوم ورک کرلو بیٹا، ماں کہتی بھی ہے تو حساب میں نہیں لاتا۔ اس طرح یہ عادت پختہ ہوگئی۔ والدین کے سوجانے کے بعد رات دیر گئے ٹی وی دیکھتا، صبح جلدی نہیں جاگتا۔ ماں باپ بارہا نصیحت کر کے دیکھ چکے۔ اس طرح لکھنا پڑھنا چھوڑ کر دن تمام ٹی وی دیکھنا اچھی عادت نہیں کہتے رہے۔ پھر بھی گوپی اپنی عادت نہیں بدلا۔ اس طرح ایک روز ٹی وی کنکشن نکال دیا گیا۔

ٹی وی دیکھنا غلط نہیں لیکن گوپی وہی مصروفیت سمجھنے سے کیا پیش آیا۔

4- واقعہ

واسوان کے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ واسو کی بڑے لاڈ و پیار سے انھوں نے پرورش کی۔ واسو کی ہر فرمائش کو وہ پوری کرتے۔ وہ جہاں چاہتا وہاں بھیجتے۔ پوری آزادی کے ساتھ بغیر کسی بندھن کے بڑا ہوا۔ واسو کے ساتھی، نریش، ونشی، اسکول کو ڈمہ مار کر فلم جانے کے لئے کہا۔

واسو نے کہا اس طرح میں بغیر اجازت کے نہیں آؤں گا۔ تم اجازت نہیں بھی لئے تو تمہارے ماں باپ کچھ بھی ہیں بولتے کیوں کہ تمہارے ماں باپ تمہیں بہت چاہتے ہیں۔ مجھے کچھ نہیں بولتے چلو فلم چلیں گے دونوں دوست بولے۔ تمہاری بات صحیح ہے میرے ماں باپ مجھے غصہ نہیں کرتے کیوں کہ وہ لوگ مجھے بہت چاہتے ہیں اور ان کو مجھ پر پورا بھروسہ بھی ہے لیکن ان کی جانب سے دی گئی آزادی کا غیر ضروری استعمال کر کے میں ان کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ اگر ایک بار بھروسہ ٹوٹ گیا تو پھر کبھی ہم آزادی سے نہیں رہ سکتے۔ دی گئی آزادی کا استعمال اچھا ہو لیکن غلط راستہ پر جانے کے لئے نہیں۔

VI. الف) غور کرنا۔ردعمل ظاہر کرنا

1) اظہر کی جھوٹ کا کیا نتیجہ نکلا۔حشمت کے والدین پیسے دینا بند کر دیا، کیا ان کے کام صحیح تھے۔کیوں؟

2) اوپر کے واقعات سے آپ آگاہ ہو چکے ہیں۔دی گئی آزادی کا غیر ضروری استعمال سے کیا ہوا؟

3) غیر ضروری استعمال سے کس طرح کے نقصانات ہوتے ہیں؟

4) کیا آپ واسو کی باتوں سے متفق ہیں؟ کیا آپ کے کاموں کی آپ کے والدین سراہانا کرتے ہیں۔کن موقعوں پر؟

5) دی گئی آزادی کا بہتر استعمال کس طرح ہمیں فائدہ پہنچاتا ہے؟

جانیئے

جہاں آزادی ہوتی ہے ترقی وہیں ہوتی ہے۔بھروسہ حاصل کرنے پر ہی آزادی برقرار رہتی ہے۔آزادی کا غیر ضروری استعمال بھروسہ توڑ دیتا ہے۔اس طرح آزادی کھو جاتی ہے۔دوبارہ آزادی حاصل کرنا بہت کٹھن ہے۔ آزادی کے بے جا استعمال پر نظم وضبط کے نام پر قابو کر دیا جاتا ہے۔

ہر ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے اچھے رہیں۔بچوں کی بھلائی کے لئے ان کی کامیابی ے لئے محنت ومشقت کے کئی واقعات ہیں۔گھر میں ماں باپ کی جانب سے ہمیں عطا کی گئی آزادی کا ذمہ داری سے استعمال ہو۔اس کو بھولنے پر آزادی چھن جاتی ہے۔ہمیں دیئے جانے والے موقعوں کا بہتر استعمال ہم پر بھروسہ بڑھائے گا۔ماں باپ کا کہنا مانتے ہوئے زندگی بسر کرنا چاہئے۔اگر ایسا نہیں کریں گے تو قید وبندکی پابندیاں لگادی جائیں گی۔

ہماری برتاؤ عمدہ ہو ہم پر بھروسہ پیدا ہو۔گھر میں ماں باپ کی جانب سے ہمیں دی جانے والی آزادی کو استعمال کرتے ہوئے ترقی کرنا چاہئے۔اچھا شہری بن کر خوب نام کمائیں۔ماں باپ کے بھروسہ کو ٹھیس نہیں پہنچنا چاہئے۔ ان کے لئے قابل فخر ہماری برتاؤ رہے۔

ب جماعتی سرگرمی۔گروہی کام

- آپ کودی گئی آزادی کا کبھی بے جا استعمال ہوا ہے۔اس کی وجہ سے پیش آیا۔

ج عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

- آپ کے مکان میں آپ کے والدین کن کن باتوں میں آزادی دے رکھی ہے اور کن کن باتوں میں آپ کو روکے رکھا ہے۔

قول

2 اچھے اخلاق

I. اہم اقدار

مطمئن زندگی

II- ذیلی اقدار

اچھے برتاؤ سے
اطمینان ہوتا ہے

III- متوقع نتائج/مقاصد

- اچھی عادتوں سے واقف ہونا
- اگر ایمان دار ہو تو ہر کوئی احترام کرتا ہے
- اچھی عادتوں کے حامل افراد کی ضرورت پڑنے پر ہر کوئی مدد کرتا ہے

IV - جانیئے

''اگر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہو تو نقصان بھی مت پہنچاؤ''۔ یہ ایک کہاوت ہے۔ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں اس کا خیال تک پیدا نہ ہو جو دوسروں کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ ہمارے اچھے برتاؤ کی وجہ سے خوش وخرم رہتے ہیں۔ کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ ہر کوئی ہمیں چاہنے لگتا ہے۔ ہماری تکلیفوں اور مصیبتوں کو بانٹ لیتے ہیں۔ سب کا تعاون حاصل ہوتا ہے۔ پریشانی نہیں ہوتی۔ ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ اچھی چال چلن والے کیسے ہوتے ہیں کیا ہم ان کے بارے میں جائیں گے۔

V- واقعہ

1- واقعہ

رما ٹیچر ہاتھ میں کچھ کاغذات لے کر آ:ے۔ٹیچر کے ہاتھوں میں کے کاغذات میں کیا ہوگا، بچے تجسس سے دیکھ رہیتھے ۔ یہ کاغذ کیا ہے میڈم؟ رادھیکا نے پوچھی؟ کہتی ہوں سنو! آئندہ ہفتے ہمارے اسکول میں تقریب یوم آزادی منعقد ہونے والی ہے۔ٹیچر نے کہا، اس لئے جس کی جماعت کی سجاوٹ وہی کر لیں۔اسی وقت بچوں کی گڑبڑ شروع ہوگئی۔بچوں نے ٹیچر سے پوچھا کیا کریں گے۔ہم تمام ہر کوئی دس دس روپے دیں گے۔بندو نے کہا ان ہی پیسوں سیہم رنگین کاغذات وغیرہ لائیں گے۔ٹیچر نیس کہا پیسے وصول کرنے کا کام کون کریں گے؟ بچوں نے کہا سنیل کرے گا۔ٹیچر نے ہا کیا سنیل کرے گا؟ مدھو میں کروں گا۔مونیکا نے کہا سنیل پیسوں کو احتیاط سے خرچ کرتا ہے۔خرچ کا حساب لکھ کر رکھتا ہے۔باقی رقم حفاظت سے ٹیچر کو دیتا ہے۔مدھو ایسا نہیں کر سکتا، مرضی میں آئے جیسا کرتا ہے۔مونیکا اور دوسرے تمام نے پیسے وصولی کا کام سنیل کے ذمہ دے دینا کہا۔ٹیچر نے ایسا ہی کیا۔

2- واقعہ

بھاونا جماعت پنجم کی طالبہ ہے جو بہت ہوشیار ہے۔سکون سے رہتی ہے۔کسی کے بولنے کی ضرورت نہیں۔اپنے کام خود ہی دلچسپی سے کر لیتی ہے۔بلاناغہ روزانہ وقت پر اسکول کو آتی ہے۔اپنی درسی کتابوں کو خود ہی جما لیتی ہے۔ اٹے پھٹنے پر دوبارہ اٹے ڈال لیتی ہے۔اسباق کو دلچسپی سے سنتی ہے۔نامعلوم باتوں کو پوچھ کر معلوم کر لیتی ہے۔ سونپے گئے کام کو ٹالے بغیر احتیاط سے مکمل کرتی ہے۔اتوار کے دن اسکول کے یونیفارم کو صاف دھو کر سکھاتی ہے۔ ہمیشہ ٹیچر کے آگے پیچھے رہتی۔گروہی، جماعتی مشغلوں میں اور منصوبہ جاتی کاموں میں اپنے حصے کا کام بحسن خوبی انجام دیتی ہے۔

اس طرح ترتیب وار اپنے کام خود انجام دینے کی وجہ سے اچھا نام کمایا۔بغیر کسی پریشانی کے سکون سے رہتی ہے۔اس طرح وہ اچھے چال وچلن کی وجہ سے ''بہترین طالبہ'' کا اعزاز حاصل کرتے ہوئے سب سے شاباشی حاصل کی۔

3۔واقعہ

رامیا فطری طور پر محنتی کسان تھا۔اپنے کھیت میں محنت کر کے فصل پیدا کرتا تھا۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے جتنا ہوسکتا وہ لوگوں کی مصیبتوں کو اپنی سمجھتے ہوئے ان کی مدد کرتا تھا۔گاؤں کے تمام لوگ رامیا کی بہت عزت اور بھروسہ کرتے تھے۔ایک دفعہ فصل کو بیماری لگنے کی وجہ سے ہاتھ کو نہیں آسکی کافی نقصان اٹھانا پڑا۔کئی لوگوں کی امداد کرنے والا فرد ہی آج دوسروں کی مدد کا محتاج ہوگیا تھا۔جس کسی کو بھی رامیا کی پریشانی کا علم ہوا وہ سب اس کی مدد کا ارادہ کر لئے۔سب متحد ہو کر جس سے جو بنا وہ رامیا کی مدد کی جس سے رامیا بہت خوش ہوگیا۔

VI. الف) غور کرنا۔ردعمل ظاہر کرنا

1- بچوں نے پیسے جمع کر کے سنیل کو ہی دینا کیوں طئے کیا؟
2- بھاونا نے اچھی طالبہ کے طور پر نام کمایا! ذاتی محنت اور پابندی (نظم وضبط) سے حاصل ہونے والے فوائد کیا ہیں؟
3- رامیا دوسروں کی مصیبتوں کو اپنی مصیبت سمجھ کر مدد کرتا؟ اس سے اس کو کیا فائدہ ہوا؟
4- اچھے برتاؤ کے لئے ہمارے اندر اچھے اخلاق ہونا چاہئے۔اچھے اخلاق سے مراد آپ کیا سمجھتے ہیں؟ آپ میں موجود اچھے اخلاق کونسے ہیں؟
5- آپ کی جماعت میں کس میں کون کون سے اچھے اخلاق ہیں، بتایئے (بولئے)؟
6- پابندیٔ وقت سے کیا مراد ہے۔ہمیں کیوں وقت کی پابندی کرنا چاہئے؟

جانیئے

انسان خود کو دوسرے جانداروں سے اعلیٰ (اشرف المخلوقات) سمجھتا ہے۔اس کی وجہ اس کی عقل ہے۔عقل مند انسان اپنے آپ کو اور بھی اعلیٰ بنانا چاہتا رہا ہے۔کوئی جسمانی طاقت کو بڑھاتے ہوئے شہرت پانا چاہتا ہے، تو کوئی خوب دولت کما کر شہرت حاصل کرنا چاہ رہا ہے۔چند افراد حکومتی میدان میں اور سیاسی میدان میں اپنا لوہا منوانا چاہتے ہیں اور کچھ لوگوں کی سمجھ ہے کہ دنیا کی ساری نعمتوں کی مجھے ہی ضرورت ہے اور میں ہی طاقتور ہوں، دوسرے حیوانات اور انسان میرے لئے ہی ہیں اور چند افراع لم کو ترقی دیتے ہوئے شان وشوکت حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگ جاتے ہیں۔

انسان چاہے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے، کتنا ہی علم کیوں نہ حاصل کرلے اگر وہ ایک اچھا انسان نہیں کہلائے گا تو کوئی اس کی عزت واحترام نہیں کرتا۔

اس لئے بڑوں کا اچھا برتاؤ ہی انسانوں کے لئے ضروری ہے۔ تب ہی انسان خود کی اور معاشرہ کی حفاظت کرسکتا ہے۔ ہم جس طرح عیش وآرام سے زندگی گذار رہے ہیں اسی طرح سب ہی جاندار سُکھ اور آرام سے گذاریں جس کی حد میں وہ رہتے ہوئے دوسروں کی حد میں انھیں رہنے دیتے ہوئے ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ سب اپنے اپنے کام کرتے ہوئے دوسروں کو ان کے فرائض انجام دینے اور سکون کی زندگی گذارنے دینا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوئے رہنا ہی اچھے برتاؤ کے حصے ہیں۔

اچھے برتاؤ (چال چلن) والا ایمان دار، صبر، برداشت، خود نظم وضبط، وقت کی پابندی، جذبات پر قابو، مدد کرنا جیسی اچھی عادتوں کا حامل ہوتا ہے۔ اچھے چال چلن والے کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ ہر کوئی اس کو دوست رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس نفسیاتی پختگی ہوتی ہے۔ سامنے والے اس کی مصیبتوں کو بانٹ لینا چاہتے ہیں۔ دوسروں کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ دباؤ کا شکار نہیں ہوتا۔

دور حاضر میں راحت وسکون حاصل کرنے کے ذرائع بڑھ چکے ہیں لیکن راحت وسکون نہیں ہے۔ کھانے کے لئے کھانا ہے، کھانے کی قابلیت نہیں رہی۔ سب موجود ہے، خوشی نہیں۔ ہر شئے حاصل ہے، امن نہیں۔ سب کو حقوق حاصل ہیں، ذمہ داری کسی کو بھی نہیں۔ کیوں کہ مادی آمدنی ہے، اخلاقی تربیت نہیں ہے۔

اچھے اخلاق ہی زندگی کا سرمایہ ہے۔ اچھے اخلاق خدا کی عطا کی ہوئی بیش بہا نعمت ہے۔ درجوں کا فرق ہوسکتا ہے۔ اقدار میں بدلاؤ نہیں ہوگا۔ اچھے چال چلن، فطری ہوتے ہیں جو نہیں بدلنے والے اقدار ہوتے ہیں۔ اچھے اخلاق کے زیور سے مالا مال افراد معاشرہ کے لئے کامیابی کا ضامن ہیں۔ اچھے اخلاق ہمیں اور دوسروں کو بھی سکون پہنچاتے ہیں۔

اچھی عادتیں

1- روز کا ہوم ورک روز کرلینا چاہئے۔
2- پانی، کرنٹ، غذاء اور کاغذ کو ضائع ہونے نہ دیں۔
3- جانوروں کو اذیت نہ پہنچائیں انھیں غذاء اور پانی دیں۔
4- اچھے کام کریں۔ جھوٹ نہ بولیں۔
5- گپ بازی نہ کریں۔ چوری سے دور رہیں۔
6- کچرے کو کچرے کی بُٹّی (Dust Bin) میں ڈالیں۔
7- گھر اور اسکول کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔
8- سب سے دوستی رکھیں۔ مدد کریں۔

- دوستوں کے ساتھ کچھ وقت گذاریں
- بالوں کی اصلاح کروالیں اور ناخن تراشتے رہیں۔
- کتابوں کو اور اسکول بیاگ کو حفاظت سے رکھیں۔
- روزانہ غسل کریں۔

ب جماعتی سرگرمی۔گروہی کام

برتاؤ	ہمیشہ پایا جاتا ہے	کبھی کبھی پایا جاتا ہے	بالکل نہیں
ایمانداری			
برداشت			
اچھی طرح بات کرنا، دوسروں کی بات			
خود نظم وضبط			
وقت کی پابندی			

1- آپ کے جماعت میں برداشت کرنے والے کون ہیں۔
2- ہمیشہ دوسروں سے اچھی گفتگو کرنے والے کون ہیں۔
3- ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنے والے کون ہیں۔
4- ہمیشہ خود نظم وضبط پر عمل پیرا کون ہیں۔
5- وقت کی پابندی کرنے والے کون ہیں۔
6- حسب بالا اچھی عادتوں کے حصول کے لئے آپ کو کیا کرنا چاہئے؟

حسب بالا جدول کو تختۂ سیاہ پر تحریر کیجئے۔ ہر نکتہ کے بارے میں پوچھئے۔ کون سے بچہ میں کونسی صفات موجود ہیں، نشاندہی کیجئے اور کون سی اچھی عادتیں ہونا چاہئے۔ بحث کے ذریعہ معلومات دینا چاہئے۔

ج عمل کرنا۔ تجربات بیان کرنا

- گھر میں، باہر، اسکول میں اچھی عادتوں کے حامل کون ہیں معلوم کریں۔ ان کے بارے میں بولیئے۔
- آپ میں موجود اچھی عادتوں، بُری عادتوں کا تختہ تیار کیجئے۔ اچھی عادتوں کو بڑھاتے ہوئے اور بُری عادتوں کو کم کرنے کی کوشش کیجئے۔

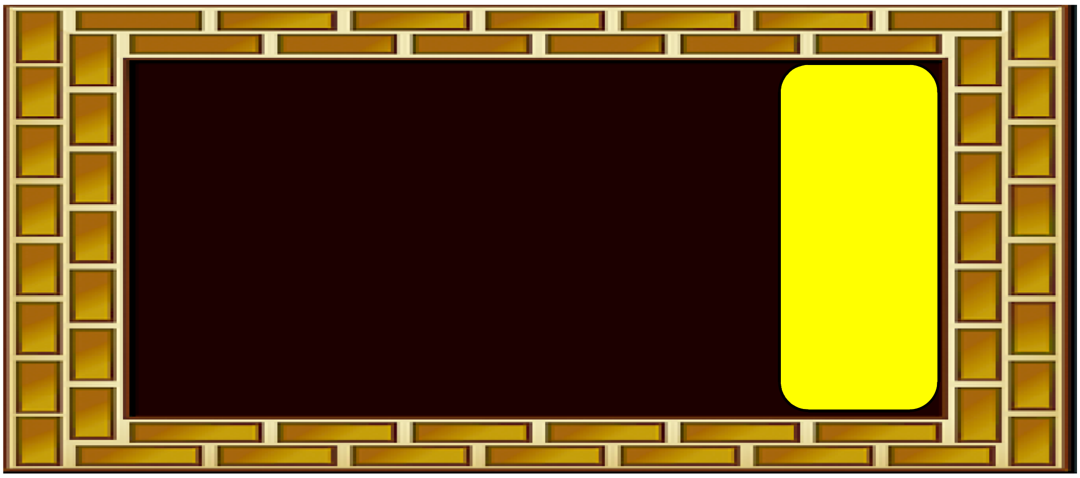

3 قربانی کا جذبہ

I. اہم اقدار

II- ذیلی اقدار

ایثاروقربانی کے جذبہ کو پروان چڑھانا

III- متوقع نتائج رمقاصد

- جذبہ قربانی کا فہم حاصل کرنا
- جذبہ قربانی کو پروان چڑھانا

IV - جانیئے

انسانی زندگی میں ہر موقع پر اور ہر مرحلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے قربانی کا جذبہ اشد ضروری ہے۔ جب تاریخ عالم پر نظر ڈالیں گے یا پھر کسی دانشور کی زندگی کا جائزہ لیں گے تو ہمیں پتہ چلتا ہے۔ لفظ قربانی کے مترادف لفظ ''ایثار'' کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

V . واقعات

1- واقعہ

میوات کے حکمران مہارانا سنگرام سمہا کے چار لڑکے تھے۔ سب سے چھوٹے لڑکے اودیہ سمہا کا پالن پوشن پنّا نامی شخص کے سپرد تھا۔ بچپن ہی میں ماں کے گذر جانے کی وجہ سے اودیہ سمہا پنّا کے پاس ہی بڑا ہوا۔

VI. ایف) غور کرنا۔ ردِعمل ظاہر کرنا

جانیئے

قربانی سے مراد اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ دینا، دوسروں میں تقسیم کر دینا۔ ایک شئے کی قربانی دے دی جاتی ہے تو اس پر ہماری کوئی حق نہیں بنتا۔ کسی چیز پر سے ہمارا حق ختم ہونے کے پانچ راستے ہیں۔ فنا ہونا، چوری ہو جانا، فروخت کر دینا، خیرات کر دینا اور قربان کر دینا۔ فنا ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں غم ہونا معمولی بات ہے۔ اگر چوری ہو جائے تو دوبارہ ملنے کی آس یا امید ہوتی ہے۔ اگر فروخت کر دیتے ہیں تو اس کی قیمت ہمیں مل جاتی ہے۔ خیرات ایسی نہیں ہوتی۔ خیرات کرنے والے کے دل میں سامنے والے کی تکلیف / مصیبت کی سوچ ہوتی ہے۔ خیرات لینے والا ہمارا شکر گذار ہوتا ہے۔ وہی ہمارے دل کا اطمینان ہے (جس سے ہمیں خوشی ہوتی ہے)۔ لیکن قربانی کا جذبہ اس سے بھی ایک قدم (سیڑھی اونچا) آگے ہوتا ہے۔ دکھ، غصہ اور گھمنڈ وغیرہ سے عاری بے لوث جذبہ سے کئے جانے والا عمل قربانی ہے۔

انسان زندگی میں ترقی حاصل کرنے کے لئے جذبہ قربانی ہی سب سے عظیم جذبہ ہے۔ کسی فرد، خاندان، ادارہ، معاشرہ اور ملک ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کی ترقی کے لئے جذبہ قربانی ضروری ہے۔ کسی عظیم ہستی کی زندگی کا جائزہ لیا جاتا ہے تو ہمیں یہی پتہ چلتا ہے۔ جھانسی لکشمی بائی، بھگت سنگھ، چندرا شیکھر آزاد، تلک، سبھاش چندرا بوس، مہاتما گاندھی جیسی قدر آور ہستیاں اپنی ان قربانیوں کی وجہ سے ہی عظیم ہو گئیں۔

سائنس داں بھوک پیاس بھول کر سب عیش و آرام چھوڑ کر قربانی کے جذبہ تحقیق کرتے ہیں، عالمی ترقی (کامیابی) مصیبتیں جھیلیں، تکالیف برداشت کیں۔ معاشرہ کی بھلائی کے لئے انسان اپنا عیش و آرام اور سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ یہ سبق ہمیں ان کی زندگیوں سے ملتا ہے۔

نعم البدل کی کوئی امید نہ کرتے ہوئے مخلصانہ جذبہ سے کی جانے والی قربانی عظیم ہوتی ہے۔ جذبہ قربانی سے بھر پور ہونا بھی ایک ہمت والا کام ہے۔ ہمیشہ اپنے اور اپنے پیٹ بھرنے کا سوچنے والے فرد کے پاس قربانی کا جذبہ نہیں ہوتا ہے۔

قربانی کا جذبہ رکھنے والا، ذمہ داری نبھانے والے۔ نظم و ضبط سے معمور افراد کی آج کو زیادہ تعداد میں ضرورت ہے۔ انسانوں کے دلوں میں اپنی ذاتی زندگی میں بھی قربانی کا جذبہ قائم ہونا چاہیئے۔ تب ہی جا کر ہمارا معاشرہ ترقی کر سکتا ہے۔

ب جماعتی سرگرمی۔ گروہی کام

ج عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

- ہمارے ملک کے لئے قربانیاں دینے والی عظیم ہستیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بتلایئے۔کوئی شعر قربانی کے تعلق سے ہو۔

تشریح : ۔

قول

[redacted]

4 آدابِ گفتگو

I. اہم اقدار

زندگی کے ڈھنگ

II- ذیلی اقدار

گفتگو ایک فن

III- متوقع نتائج/مقاصد

- دوسروں سے گفتگو کے آداب سے واقفیت
- اچھی گفتگو کرنے والے کی ہر کوئی تعریف کرتا ہے

IV - جانیئے

گفتگو ایک فن ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بچے باتیں کرنا چاہیئے۔ کب اور کس طرح، کس سے کیسی گفتگو کرنا چاہیئے طلباء کو معلوم ہونا چاہیئے۔ فی زمانہ اچھے تعلیم یافتہ حضرات بھی مجموعہ میں بات نہیں کر پا رہے ہیں۔ اسٹیج پر سے مجموعہ کو مخاطب نہیں کر پا رہے ہیں۔ گفتگو کا فن نہ ہونے کی وجہ سے وہ اظہار مدعا نہیں کر پا رہے ہیں۔ گفتگو ہی سے ہمارے سارے کام بنتے اور بگڑتے ہیں۔ تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود بھی صرف گفتگو پر ہی دلال لاکھوں، کروڑوں کا لین دین کرتے ہیں۔ تو سوچیے گفتگو کی کتنی اہمیت ہے۔ لہٰذا بچے موقع محل کے مطابق گفتگو کی عادت ڈالیں۔

7. واقعات

1- واقعہ

عرفان کے مکان کو اس کے والد کے دوست ارشد تشریف لائے۔ جب وہ آئے تو مکان پر عرفان اکیلا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ ارشد! بابا آپ کے والد صاحب ہیں؟ ٹی وی دیکھنے میں مشغول عرفان نے سر اٹھائے دیکھے بغیر ہی ''نہیں ہے'' کہہ کر جواب دیا۔ کہاں گئے، کب آئیں گے۔ ارشد صاحب مسلسل سوالات کرتے گئے۔ عرفان، صورت جلاتے ہوئے کیا پتہ، مجھے بتا کر جاتے ہیں۔ معلوم نہیں۔ کہا، ارشد صاحب نے کہا اتنی سی بات بتانے کے لئے عرفان میاں اتنی بیزارگی کیوں اور چلے گئے۔

وہی ارشد صاحب اسی محلّہ میں ایک اور شخص کوثر صاحب کے مکان کو تشریف لے گئے۔ کوثر صاحب کا لڑکا فہیم سامنے آیا۔ ارشد صاحب کو دیکھتے ہی فہیم مسکراتے ہوئے سلام عرض کیا۔ آپ کیسے ہیں، کہتے ہوئے بات کیا۔ عرفان کی طرح فہیم سے بھی پوچھا! کیا آپ کے والد صاحب ہیں؟ آپ تشریف رکھیئے۔ والد صاحب تشریف لائیں گے۔ بازار گئے ہوئے ہیں، فہیم نے کہا۔ مسکراتے ہوئے بات ہی نہیں کی بلکہ عزت سے بیٹھنے کے ئے بھی کہا۔ اس سے ارشد صاحب اس بات پر متفق ہوگئے کہ فہیم ایک اچھا اور بااخلاق لڑکا ہے۔ شاباش! کہا بچے ہوں تو تمہاری طرح ہونا چاہئے۔

2- واقعہ

ایک شہر میں دو اچھے ماہر ڈاکٹر تھے، دونوں کا برابر عہدہ تھا۔ دونوں کے دواخانے بازو باز تھے لیکن ایک دواخانہ ہمیشہ لوگوں سے بھرا دکھائی دیتا، دوسرے دواخانہ لوگوں سے خالی دکھائی دیتا کیوں کہ جہاں پر لوگ زیادہ ہیں وہاں کا ڈاکٹر آئے ہوئے مریضوں کو پندرہ منٹ دیتے ہوئے سکون سے خوش گوار ماحول میں گفتگو کرتا تھا۔ ان میں گھل مل کر ایک گھر کے فرد کی طرح بات کرتا۔ اطمینان سے ان کے مسائل دریافت کر کے موثر صلاح دیتا اور پھر علاج کرتا۔ آنے والے مریضوں کا نفسیاتی علاج کرتا۔ ایسا کرنے سے ہی مریضوں کا ادھا مرض دور ہو جاتا۔

کم لوگوں والے دواخانے کا ڈاکٹر آنے والے مریضوں سے کچھ بات نہیں کرتا۔ وہ کچھ بتانا بھی چاہتے تو چڑ میں آ کر کہتا میں دیکھ رہا ہوں۔ خاموش، سنجیدگی سے بلڈ پریشر چیک کرتا، بیماری کیا ہے پوچھ کر صرف بتائی گئی بیماری کے لئے دوائیں تجویز کرتا۔ دوائیں کیسے استعمال کریں وہ طریقہ بھی نرس یا پھر بازو کی دواؤں کی دُکان کا لڑکا بتاتا۔ اس طرح کے برتاؤ کی وجہ سے، ڈاکٹر اچھا علاج کرتا ہے لیکن بات کرنے نہیں دیتا، خاموش سنجیدہ رہتا ہے اس کے ایسے برتاؤ کی وجہ سے لوگ جانے راضی نہیں ہوتے تھے۔

3- واقعہ

گاؤں میں رہنے والے رحیم میاں اور کریم بی اپنے بیٹے، بہو اور اُن کے بچوں کو دیکھنے کے لئے شہر کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کا بیٹا اور بہو دونوں بھی ملازمت کرتے اور ایک اپارٹمنٹ میں رہتے تھے۔ صبح ڈیوٹی کو جا کر شام آندھیر ہونے کے بعد لوٹتے۔ بچے بھی اسکول جاتے اور اُدھر ہی سے ٹیوشن کے لئے جا کر شام میں گھر لوٹتے۔ اس سے رحیم میاں اور کریم بی کو گھر میں کیا کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اُن سے باتیں کرنے کوئی موجود نہیں ہے۔ نیا مقام ہونے کی وجہ سے اڑوس پڑوس سے بھی واقفیت نہیں۔ چند دن رہنے کے لئے آئے تھے لیکن ان کو شہر اتنا پسند نہیں آیا۔ وجہ یہ تھی کہ گاؤں میں اڑوس پڑوس سب مل جل کر رہتے ہیں، ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں حصہ دار رہتے ہیں۔ شہر میں بیٹا اور بہو ڈیوٹی سے ہی تھکے ماندے گھر لوٹتے تھے۔ ان سے بات کرنے کا صبر نہیں ہوتا اور نہ بات کرنے کا وقت ہوتا۔ انھیں سب ہی قسم کی سہولتیں پہنچائی گئیں لیکن مسکراتے ہوئے بات کرنے والا میسر نہ تھا۔ اس طرح چار دن رہنے کا ارادہ کر کے آنے والے رحیم میاں اور کریم بی دو ہی دنوں میں واپس اپنے گاؤں لوٹ گئے۔

4- واقعہ

ایک گاؤں میں رہنے والے رحمٰن میاں اپنے لڑکے کو دیکھنے کیلئے شہر کو روانہ ہوئے۔ رحمٰن میاں کو دیکھتے ہی ان کا لڑکا، بہو اور بچے بہت خوش ہوئے۔ رحمٰن میاں کا لڑکا انھیں روزانہ صبح چہل قدمی کے لئے لے جاتا۔ بہو بھی جلدی سے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر سسر (خسر) سے گفتگو کرتی۔ بیٹا، بہو اور بچے رحمٰن میاں کو پیار سے بلاتے۔ اس طرح وقت کیسے گذر جاتا رحمٰن میاں کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ شام ہوتے ہی بچے اسکول سے لوٹ آتے اور دادا حضرت کے پاس پہنچ جاتے اور کہانی سنتے۔ سب مل کر سیر و تفریح کیلئے جاتے۔ شہر میں چار دن رہنے کے ارادہ سے آنے والے رحمٰن میاں ایک مہینہ ٹھہر گئے۔

VI. الف) غور کرنا۔ ردِ عمل ظاہر کرنا

- کیا اوپر کے واقعات کو آپ نے سنا؟ آپ کی سمجھ میں کیا آیا؟

1- کس طرح کی گفتگو کرنے پر دوسرے لوگ ہمیں پسند کریں گے؟

2- آپ دوسروں سے کس طرح گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟

3- مسکراتے ہوئے مخاطب کرنے سے کس طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

4- آپ سے دوسرے مسکراتے ہوئے مخاطب کرتے ہیں تو کیسا محسوس ہوتا ہے؟

جانیئے

ہم گفتگو کیوں کرتے ہیں؟ اظہار مدعا کے لئے ، اظہار خیال کے لئے ، ہماری ضرورتوں سے دوسروں کو واقف کروانے کے لئے ، رشتوں اور تعلقات کو بڑھانے کے لئے ، بات کرتے ہیں۔ گفتگو کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے مسکراتے ہوئے مخلصانہ گفتگو کرنا،خوشی سے گفتگو کر کرنا،غصہ سے گفتگو کرنا، بیزارگی سے گفتگو کرنا، دلچسپی سے گفتگو کرنا۔ فرد کی گفتگو کا ڈھنگ شخصیت کا پتہ دیتا ہے۔فرد کیا ہے جاننے کے لئے اس سے تھوڑی دیر گفتگو کرنا کافی ہوتا ہے۔اس لئے ہم اچھے ہیں؟ ادب و احترام والے ہیں یا نہیں؟ انداز گفتگو سے پتہ چلتا ہے۔

اچھی گفتگو، پیاری گفتگو کسی کو بھی ہمارا عزیز بنا دیتی ہے۔لہٰذا ہم چھوٹوں سے ہو یا بڑوں سے جب بھی نظر آئے عزیزوں کی طرح گفتگو کرنا چاہئے۔اسی طرح گھر آئے لوگوں سے مسکراتے ہوئیا پنائیت کیساتھ عزت دینا چاہئے۔ ہمارا کرخت لہجہ سامنے والوں کو تکلیف دیتا ہے۔غصہ آتا ہے، اگر محبت سے گفتگو کریں گے تو کتنا ہی غصہ کیوں نہ ہو پانی پانی ہو جاتا ہے۔ مثال۔آپ سائیکل پر جارہے ہیں غلطی سے کسی کو ٹکر ہوگئی، سامنے والا غصہ میں آپ کی طرف بڑھ رہا ہے ایسے میں صرف آپ کا معافی طلب کر لینا اس کے غصہ کو فوری ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

گفتگو ہی آپ کی قدر بڑھا دیتی ہے۔جب ہم کسی تقریب میں شرکت کرتے ہیں تو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کوئی مجھ سے بات کرے بغیر میں کسی سے کیوں گفتگو کروں بلکہ آگے بڑھتے ہوئے اپنی جان پہچان کے لوگوں سے مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے گفتگو کریں، اس سے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے جگہ بن جاتی ہے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ گفتگو ہی سب سے طاقتور ہتھیار اور کامیاب نسخہ ہے۔گفتگو سے ہی انسان میں بھروسہ اور خود اعتمادی پیدا کرتے ہوئے بڑے سے بڑے مرض کا آسانی سے علاج کیا جاسکتا ہے۔گفتگو کے ذریعہ انسان کو تکلیف دی جاسکتی ہے۔ زبان کا زخم، تلوار کے زخم سے زیادہ ہوتا ہے۔تلوار کا زخم چند دنوں میں مندمل ہو جاتا ہے لیکن زبان کے ذریعہ دل کو جو زخم ہو جاتا ہے وہ کبھی مندمل نہیں ہوتا۔اس لئے جب بھی کسی سے گفتگو کریں تو نرم میٹھی زبان سے ان کے دل کو نہ دکھاتے ہوئے عزت و احترام سے گفتگو کرنے کی عادت ڈالیں۔

ب جماعتی سر گرمی۔گروہی کام

ذیل میں دی گئی تحریر کے بارے میں آپ گروہ میں گفتگو کر کے بولیئے۔

1- آپ کن موقعوں پر دوسروں سے گفتگو کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔کیوں؟

2- آپ سے جب کوئی اچھی گفتگو کرتے ہیں تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔کیوں؟

3- آپ کے مکان میں یا دوستوں میں کون آپ سے اچھی گفتگو کرتے ہیں۔کون چڑ چڑاہٹ سے گفتگو کرتے ہیں۔

ج عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

- آپ اس ہفتہ سب سے محبت،خلوص،عزت واحترام سے گفتگو کیجئے اور تجربات بیان کیجئے۔

ایسا کیجئے

کس طرح کی مخاطبت ہمیں خوش کرتی ہے۔کس طرح کی گفتگو کرنے پر خوشی محسوس ہوتی ہے۔ہمیں بھی اسی طرح کی گفتگو کرنا کافی ہے،عزت خود بخود حاصل ہوجاتی ہے۔اس لئے ''زبان شیریں تو ملک گیریں'' کہا گیا ہے۔اچھی گفتگو سے دولت وشہرت حاصل ہوتیہے ۔ دوست احباب قریب ہوتے ہیں۔اگر ہم سخت گفتگو،جھوٹ بولنا،بڑھائی بیان کرنا اور غیر ضروری گفتگو کریں گے تو نہ صرف تکالیف میں مبتلا ہوں گے بلکہ دشمن بھی بڑھ جائیں گے۔اس لئے سب کو بھانے والی،پسند آنے والی شیریں گفتگو ہونی چاہئے جودلوں کو موہ لے۔

قول

5 فرض

I. اہم اقدار

ذمہ داری نبھانا۔
فرائض کی انجام دہی

II- ذیلی اقدار

بڑوں کی عزت
ان کا کہنا ماننا

III- متوقع نتائج/مقاصد

- بڑوں کی عزت کرنا، ان کی باتوں کا احترام کرنا، بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا، بڑوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ہمارا برتاؤ کس طرح ہونا چاہئے۔ جانیں گے

IV - جانیئے

''بڑوں کی بات، لاکھوں کی بات'' کی ضرب المثل کی طرح بڑے جو بھی کہتے ہیں ان کے تجربات سے ہماری بھلائی کے لئے کہتے ہیں۔ بڑوں کی باتوں کا احترام کرتے ہوئے ان کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے سے ہمیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ان کے تعلق سے ہمیشہ اچھے خیالات رکھنا چاہئے۔ اس طرح دوسروں کی اور بزرگوں کی عزت و احترام کرنے سے ہماری قدر اور عزت بھی بڑھ جاتی ہے، بہتر تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اس طرح اچھے چال وچلن اور ملنساری سے رہنا ہی ہماری عقل ترین ذمہ داری ہے بتانا ہی اس سبق کا مقصد ہے

موضوع کی وضاحت

تین زیورات

1- واقعہ

کلکتہ میں ٹھاکر داس نامی ایک ادھیڑ عمر کا شخص رہتا تھا۔وہ اپنے افراد خانان کے ساتھ کلکتہ سے نکل کر ضلع مودی نگر کے ایک دیہات میں مقیم ہوگیا۔دو روپیہ تنخواہ کی نوکری کرتے ہوئے اہل خاندان کی پرورش کر رہا تھا۔تین افراد پر مشتمل یہ خاندان ماہانہ دو روپیہ کی آمدنی سے پیٹ بھرنا بڑا ہی مشکل تھا۔فرائض، ذمہ داری سے کچھ ہی دنوں میں انتقال کر گیا۔خاندان کی ساری ذمہ داری اس کی بیوی پر پڑ گئی۔کسی طرح سے دن اور سال گذر گئے۔ایک رات بیٹا، ماں کے قریب بیٹھ کر پیر دباتے ہوئے'' کہتا ہے؟ماں! میں بڑا ہو کر پڑھ لکھ کر، آپ کی خوب خدمت کروں گا''، ماں نے باتیں سن کر'' پوچھا کیسی خدمت کرے گا''

آپ مجھے کتنی محنت کر کے تعلیم دلوا رہی ہیں۔میں بھی بڑی ملازمت حاصل کر کے خوب پیسا کماؤں گا۔جب میں آپ کو بہترین غذائیں لاکر دوں گا۔اور کہا زیورات بھی لاؤں گا۔ماں نے کہا! ہاں بیٹا تو ضرورت خدمت کرے گا! مجھے پتہ ہے۔لیکن مجھے صرف تین زیورات ہی لانا!'' وہ کیا ہیں بتایئے'' بیٹا کہتا ہے۔ماں نے کہا'' بیٹا! ہمارے گاؤں میں اچھا اسکول ہونا چاہئے، دواخانہ چاہئے۔بے سہارا غریب بچوں کے لئے کھانے، کپڑے کا انتظام ہونا چاہئے'' یہی وہ تین زیور ہیں۔

لڑکا اپنی ماں کی باتوں سے متاثر ہوا اور سمجھا کہ کتنی عظیم ہے میری ماں جو کہ سماجی خدمت کا جذبہ رکھتی ہے۔اس دن سے ماں کی خواہش پوری کرنے کی جدوجہد میں لگا رہا۔دن رات محنت کرتا اور تعلیم کے مکمل ہونے کے بعد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوا۔ماں سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ایک کے بعد ایک کرتیہوئے اسکول، دواخانہ اور امدادی ادارے قائم کیا۔اپنے بیٹے کی جانب سے ملنے والے تین زیورات پا کر ماں نے فخر محسوس کیا۔یہ وہی شخص ہے جس کو سماجی خدمات کے میدان میں ایشور چندرا ودیا ساگر کے نام سے جانتے ہیں۔ان کی سماجی خدمات سب کے لئے ایک نمونہ ہے۔اس طرح ودیا ساگر اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا۔بڑوں کا احترام، ان سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق اپنا فرض نبھایا اور سماجی خدمت کے ذریعہ بہت نام کمایا۔

VI. الف) غور کرنا۔ردعمل ظاہر کرنا

1- ایشور چندرا ودیا ساگر نے کیا کیا؟

2- آپ نے دیکھا ماں کی باتوں کا احترام کرنے پر اس ماں کو کتنی خوشی ہوئی۔جب آپ بڑوں کا احترام کرتے ہیں تو آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے۔

3- اپنے بڑوں کی فرماں برداری کرتے ہوئے ان کی باتوں پر عمل کرنا آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے۔

4- بڑوں کی نافرمانی کرنا، آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے۔آپ کے تعلق سے بڑے کیا سمجھتے ہوں گے۔

5- کیا بڑوں کی نافرمانی کرنا، ان کا دل دکھانا صحیح ہے۔

جانیئے

ہمیں جنم دیکر پال پوس کر بڑا کرنے والے ماں باپ کی عزت واحترام کرنا انسانیت کا عقل ترین فرض ہے۔ ماں باپ ہمیں جنم دیتے ہیں جبکہ ہمارے اساتذہ ہمیں زندگی دیتے ہیں۔

استاد ہو کیسا بھی عقیدت سے ملو — عالم ہے اگر کوئی تو عزت سے ملو
زردار کی ہے وجہ نہ کرنا تعظیم — جب دوست ہو مفلس تو محبت سے ملو

ماں باپ اور استاد کی عظمت بیان کرتے ہوئے ہم کئی اشعار، رباعیات وغیرہ سنتے رہتے ہیں۔ ہماری پرورش اور تربیت کے ئے جو محنت ومشقت ماں باپ اٹھاتے ہیں اس کو ہم چاہے بھی تو ساری زندگی ان کے احسانات کا نعمل البدل ادا نہیں کر سکتے۔ ماں باپ کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے۔ وہ کچھ بھی کرتے ہیں اور کچھ بھی کہتے ہیں تو وہ ہماری بھلائی کے لئے ہی ہوتا ہے۔ کئی مصیبتوں کو خاموشی سے جھیلتے ہوئے ہماری زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ماں باپ کے بعد استاد ہمیں زیور تعلیم سے آراستہ کرتے ہوئے کردار سازی کے ذریعہ بہترین شخصیت کا حامل بننے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم ماں باپ، استاد کے علاوہ بڑے بزرگوں کیساتھ خندہ پیشانی، میانہ روئی، عزت واحترام سے پیش آنا چاہئے۔ ان کو دلی تکلیف پہنچائے بغیر ان کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہئے۔ اگر ہم اس طرح عمل کریں گے تو وہ خوش ہوں گے اور ہمارا بھی بھلا ہوگا۔ اس طرح رہنا ہمارا فرض ہے جس سے سماج میں ہماری قدر بڑھ جاتی ہے اور عزت واحترام ملتا ہے۔ اچھے تعلقات بڑھتے ہیں۔

ب جماعتی سرگرمی۔ گروہی کام

- ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے ہمارے تعلق سے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ آپ بڑوں کیلئے کیا کیا کام انجام دے رہے ہیں۔ فہرست تیار کیجئے

ج عمل کرنا۔ تجربات بیان کرنا

- آپ کے بزرگوں (ماں، باپ، دادا، دادی) کے بتائے کام ایک ہفتہ انجام دیجئے۔ اُن لوگوں کا تاثر آپ کے تعلق سے کیا ہے، بولیئے۔

قول

[redacted]

6

کرنٹ کی بچت

مشکل حالات

I. اہم اقدار

بچت ۔ ضرورت

II- ذیلی اقدار

بجلی کی بچت کا فہم ہونا

III- متوقع نتائج رمقاصد

- عالم انسانیت کے ہر شعبہ حیات میں برقی کی مانگ میں بے حد اضافہ ہوگیا ہے۔اس لئے ہمیں جتنی برقی کی ضرورت ہے اتنا ہی استعمال کرنا ہمارے لئے برقی کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے مماثل ہے۔معلومات بہم پہنچانا

IV - تمہید

صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد دانت صاف کرنے کے کریم (منجن) سے لے کر رات سونے تک ہماری استعمال کی ساری اشیاء کا تعلق راست یا بالراست طور پر بجلی سے جڑا ہوا ہے۔اتنی اہم بجلی کی جتنی پیداوار ہورہی ہے اس سے بھی زیادہ کا خرچ ہم کریں گے اور وہ بھی فضول بجلی کا خرچ ہوگا تو برقی مشکلات سے چھٹکارہ ناممکن ہے۔اس لئے ہم بجلی کی ضرورت کو محسوس کریں گے اور یاد رکھیں کہ کہ بجلی کو ضرورت کے مطابق ہی استعمال کریں گے اور نہ صرف ہم بلکہ اور بھی کئی شہریوں کو اس کا احساس دلائیں گے۔

V- واقعات

''ہمیں کیا کرنا چاہئے''

1- واقعہ

ہاجرہ اپنے امتحانات کے بعد اپنے ننھیالی گاؤں کو گئی۔ وہ گاؤں ہاجرہ کو بہت پسند ہے کیوں کہ وہاں کے لوگ بہت ہی ملنسار اور بہترین رہن سہن والے تھے۔ اس لئے ہاجرہ کو جب کوئی بھی موقع ملتا وہ اس گاؤں کو جانا پسند کرتی اور وہاں سے بہت کچھ سیکھنا چاہتی ہے۔

اس گاؤں کی بھلائی کے ہر فیصلہ کا مرکز ایک چبوترہ تھا۔ گاؤں کے بچے بڑے سب اپنے اپنے وقت کی مناسبت سے وہاں پہنچ کر فیصلہ کرتے اور سب کو اس پر عمل کرنے کی اطلاع دیتے۔ ہاجرہ کی آمد کے دوسرے دن صبح ہی چبوترے پر میٹنگ کی اطلاع ملی۔ ہاجرہ اپنے نانا جان کے ساتھ وہاں جانے کی ٹھان لی اور خوشی خوشی روانہ ہوئی۔ اس دن کے پروگرام کا آغاز ہوا، گاؤں کے صدر نے اعلان کیا کہ آج کی بحث کا موضوع ''بجلی'' ہے۔ کہا ''آپ بتائیے کہ مستقبل میں ہم بجلی کے بحران کا شکار نہ ہوں اس کے لئے ہم کیا تدابیر کرسکتے ہیں''۔

مباحثہ شروع ہوا، ایک ایک فرد اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرنے لگا۔

پہلا شخص: ہمارے گاؤں کے اسٹریٹ لائٹوں کو سورج غروب ہونے کے بعد روشن کیا جائے اور صبح مرغ کے بانگ دینے کے ساتھ ہی بند کردیا جائے۔

دوسرا شخص: ہم ہمارے کھیتوں میں رہ کر ضرورت کے مطابق کھیتوں کو سیراب کریں اس کے بعد موٹر بند کردیں۔

تیسرا شخص: ہم ہمارے گھروں میں استعمال ہونے والے بلب، فریج، ٹی وی، پنکھے اور مکسچر وغیرہ کو حسب ضرورت استعمال کریں۔ پنکھے اور لائٹوں کو غیر ضروری جلنے نہ دیں۔

چوتھا شخص: یہ کیسے ممکن ہے؟

پانچواں شخص: کیوں ممکن نہیں؟ ہم سب افراد خاندان اپنی ذمہ داری سمجھ کر فضول جلنے والے کرنٹ کو بند کردیں گے تو ایک ہفتہ کے اندر اندر بہت بجلی کی بچت ہوگی۔

چھٹواں شخص: آپ تمام اتنی دیر سے اپنے گھروں کی بجلی کے بارے میں ہی کہہ رہے ہیں۔ سرکاری اور خانگی اداروں میں بھی ایسا ہی کرنا ہوگا۔

دوسرا شخص: ہاں! آپ نے ٹھیک کہا۔ کہیں بھی کیوں نہ ہو بجلی کی جتنی ہمیں ضرورت ہے اتنا ہی استعمال کرنا بچت کرنے کے برابر ہے۔

ساتواں شخص: تاجر کو بھی جہاں تک مناسب ہوسکے وہاں تک سورج کی روشنی کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی

چاہئے۔ ایسے انتظامات کرلیں تو مناسب رہے گا۔

پہلا شخص: یہ بات ایک تاجروں پر ہی نہیں بلکہ سب ہی پر لاگو ہوتی ہے۔

پانچواں شخص: ہمارے گاؤں میں انجام دیئے جانے والے شادی بیاہ، جلسے، جلوس و مذہبی تقاریب وغیرہ میں بھی سجاوٹ اور جگمگاہٹ نہیں، سادگی سے ہونی چاہئے۔۔

چوتھا شخص: تو پھر کیا کرنا چاہئے؟

تیسرا شخص: اس میں کیا ہے؟ محلے کے محلے کو برقی قمقموں سے سجانا، برقی سربراہی کی لائن سے غیر قانونی طور پر ہائی وولٹیج بلب زیادہ تعداد میں لگانا، جیسی حرکتوں سے باز آنا چاہئے۔

چھٹا شخص: ایسا کوئی کرتے ہیں تو پندرہ دن یا ایک مہینے تک بجلی کی سربراہی منقطع کردینا چاہئے۔

آٹھواں شخص: گھر، تجارتی اداروں کے مالکوں کو، سرکاری، خانگی دفتروں کو اسی طرح کی سزاؤں کو لاگو کرنا چاہئے۔

گاؤں کے صدر صاحب: سب کے خیالات جاننے کے بعد اعلان کرتے ہیں کہ آپ کے بتائے ہوئے طریقوں پر ہی سزائیں تجویز کی جائیں گی۔

نواں شخص: سزاء کے خوف سے نہیں بلکہ ہر کوئی رضا کارانہ طور پر ضرورت کے مطابق بجلی کا استعمال کرے ایسی کوئی حکمت عملی تیار کیجئے۔

گاؤں کے صدر: ہاں! بجلی کی بچت کر کے مستقبل کے لئے ذخیرہ کرتے ہوئے ہمارے ضلع میں ایک ''مثالی گاؤں'' کا درجہ حاصل کرنے کے لئے ہم کوشش کریں گے۔ اب تک ہی کئی میدان میوں ہمارا گاؤں بہت آگے ہے۔ آج سے ہم ہمارے گھروں میں، ہمارے اسکولوں میں بچوں کو برقی کی اہمیت بتاتے ہوئے بجلی کی بچت کی طرف متوجہ کروائیں گے۔

ب جماعتی سرگرمی۔ گروہی کام

1- اس سبق کے موضوع کا خلاصہ کیا ہے۔ اس سے آپ نے کیا اخذ کیا؟

2- کیا آپ کے گھر میں بجلی کا استعمال ضرورت کے مطابق ہی ہو رہا ہے؟

3- بتائیے کہ بجلی کو کہاں ضائع کیا جارہا ہے؟

4- الف : دفتر میں کوئی موجود نہیں ہے۔ پنکھے جل رہے ہیں۔ لائیٹس روشن ہیں۔ آپ کے گھر پر کوئی موجود نہیں ہے۔ ٹی وی چل رہی ہے۔

ان موقعوں کا آپ نے مشاہدہ کیا۔ آپ کیا کریں گے۔ ایسا کیوں کریں گے۔

جانیئے

دورحاضر میں بجلی ہماری زندگی کا ایک حصہ بن گئی ہے۔صبح نیند سے بیدار ہونے سے لے کر دوسرے دن صبح نیند سے بیدار ہونے تک یعنی 24 گھنٹے میں کوئی ایک ایسا لمحہ نہیں ہے جس میں ہم بجی استعمال نہیں کرتے۔بجلی ہمارے لئے بہت ہی کارآمد شئے ہے۔ایسی فائدہ مند بجلی کا ہماری ضرورت کے مطابق استعمال کرنا کوئی غلط نہیں ہے لیکن ہم بجلی کو غیر ضروری بھی استعمال کر کے ضائع کر رہے ہیں۔

مختلف سرکاری اور خانگی اداروں میں، گھروں میں غیر ضروری صبح کے وقت لائٹ روشن کر کے، پنکھوں کو بند نہیں کر کے، دن کے اوقات میں اسٹریٹ لائٹوں کو بند نہیں کر کے، شادی بیاہ، عید، تہواروں، جلسے، جلوسوں میں سجاوٹ کے لئے برقی قمقموں کا استعمال کر کے اور بھی اس طرح کے کئی موقعوں پر بجلی کو ضائع کیا جا رہا ہے۔حاصل ہونے والی بجلی کا استعمال ہم ضرورت پر کم اور ضائع بہت زیادہ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے بجلی کا بحران پیدا ہو رہا ہے۔آپ محسوس کر رہے ہوں گے کہ یہ بحران موسم گرما میں اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔موسم گرما شروع ہوتے ہی بجلی کی کٹوتی شروع ہو جاتی ہے۔اس مصیبت سے آپ بھی دوچار ہوئے ہوں گے۔اس طرح کی بجلی کی کٹوتی ہمیں راست یا بالراست طور پر مشکلات اور نقصان پہنچاتی ہے۔بجلی کی کٹوتی کی وجہ سے کسان اپنے کھیتوں کو مناسب وقت پر مناسب مقدار میں پانی سیراب نہیں کر سکتا، اس سے اس کی فصل متاثر ہوتی ہے اور پیداوار میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح بجلی کی عدم موجودگی کی وجہ سے صنعتوں میں بھی پیداوار میں کمی واقع ہوتی ہے۔نتیجہ میں اناج اور اشیاء ماتحیاج کی قیمتوں میں بے تحاشہ اضافہ ہمیں نقصان پہنچاتا ہے۔

بجلی کی بچت۔ ''کامیابی کی ضامن''، بجلی کی بچت سے بجلی کی پیداوار پر ہونے والے خرچ کو کم کیا جاسکتا ہے۔اس طرح اس رقم کو دوسرے فلاحی امور کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا آپ تمام بھی بجلی کی بچت کیجئے اور ملک کی ترقی میں مدد کیجئے۔

ب جماعتی سرگرمی۔گروہی کام

1- بتائیے کہ بجلی کی بچت کے لئے آپ کے دیہان میں گاؤں میں کس کو کیا کرنا چاہئے۔

2- بتائیے کہ آپ کے علاقے میں بجلی کس طرح ضائع ہو رہی ہے۔اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ فہرت تیار کیجئے

ج عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

1- اس ہفتے اپنے گھر اور اسکول میں بجلی کے ضائع ہونے کو روکنے کی کوشش کیجئے اور بتایئے کس طرح آپ نے اس پر قابو پایا

ایسا کیجئے

- بجلی کی بچت کرنا ہی بجلی کے پیدا کرنے کے مماثل ہے۔غیر ضروری چلنے والے بجلی کے بلب، پنکھے، اے سی وغیرہ کو فوراً بند کر دیجئے۔اس طرح ہم بجلی کی بچت کرنیوالے کہلائیں گے۔کم بجلی کے خرچ والے بلبوں کو استعمال کیجئے۔ایک ماہ میں آپ کے گھر میں بجلی پر ہونیوالے خرچ کو نوٹ کریں۔اس طرح کرنے سے آپ کی بجلی کی بل میں کتنی بچت ہوئی دیکھیے۔

1- دیکھئے فی الحال بجلی کی بچت سے آپ کی برقی بل میں کتنی بچت ہوئی ہے۔

2- اس ماہ آپ کی بجلی کی بل کتنے یونٹ ہے۔آئندہ ماہ اس میں کتنی اور کمی ہوسکتی ہے۔کیسے سوچیے۔

قول

7 ہماری ذمہ داری

I. اہم اقدار

ماحول کی صفائی

II- ذیلی اقدار

گندہ ماحول۔اس کے اثرات سے واقفیت

III- متوقع نتائج رمقاصد

- کچرے سے پاک ماحول کوصاف ستھرا رکھا

IV - تمہید

انسان کے جسمانی،نفسیاتی،سماجی ترقی کا دارومدارفطری ماحول کیا اثرات پر منحصر ہوتا ہے۔ماحول میں گندہ پانی،اخراجی مادے(فضلات)کوڑا کرکٹ جمع ہوکر سڑگل کر نہ صرف بدبو تعفن پیدا کرتے ہیں بلکہ اس سے کثرت سے جراثیم افزائش پا کر انسانی جسموں میں داخل ہوکر بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔گھر،اسکول اور ماحول کوصاف ستھرا رکھنا ہی بہترین زندگی کا طریقہ اورصحت مندی کی علامت ہے۔اب ہم دیکھیں گے کہ ماحول میں کچرا کیسے جمع ہوتا ہے۔اس سے پیدا ہونے والے مسائل کیا ہیں اور ہماری ذمہ داری کیا ہے۔

سوچیئے ۔ بولیئے

1- بچو! ہمارے ماحول سے مراد کیا ہے؟

2- ہم کچرا کہاں ڈال رہے ہیں؟

3- کچرا سڑک پر ڈالنے سے کیا ہوتا ہے؟

4- کیا آپ نے کبھی ایسا ماحول دیکھا ہے۔ وہاں کی آب و ہوا کیسی رہتی ہوگی؟

5- ماحول کو کون گندہ کر رہے ہیں؟

V- واقعات

1- واقعہ

کچرے کی صفائی کرنے والے کام بند کر دیئے جس کی وجہ سے سڑکوں پر کچرے کے ڈھیر لگ گئے۔ سڑک کی دونوں جانب پائے جانے والے فٹ پاتھوں پر بھی کچرے کے ڈھیر لگ گئے۔ پیدل چلنے والے راہ گیر اس کچرے سے آنے والی بدبو کو برداشت نہیں کر پا رہے ہیں۔ کچرا، ہوا سے اڑکر قریبی مکانوں میں داخل ہو رہا ہے۔ کچرا سڑنے کی وجہ سے نہ صرف بیماری پیدا کرنے والے جراثیم میں اضافہ ہو رہا ہے بلکہ چوہے، مچھر اور مکھی وغیرہ بیٹھ کر بیماریاں پھیلا رہے ہیں۔

2- واقعہ

گھر کے سامنے بڑی گندی موری محلے والے اپنے گھروں کا سارا کچرا اس موری میں ہی ڈال رہے ہیں۔ کچرے کی وجہ سے پانی رک کر بدبو تعفن پیدا ہو رہی ہے۔ اس گندے پانی پر مچھروں کے انڈوں کے جھتے لگے ہوئے ہیں۔ اس نالے میں سور بھی لوٹ رہے ہیں۔ چند چھوٹے بچے اس نالے کے کنارے ہی ضروریات سے فارغ ہو رہے ہیں۔ موسم برسات میں نالا بھرنے کی وجہ سے پانی گھروں میں داخل ہو جاتا ہے۔

VI. ایف) غور کرنا۔ ردعمل ظاہر کرنا

1- بتائیے کہ کچرے کی صفائی کرنے والے نہ ہوں تو کیا ہو سکتا ہے؟

2- ہمارے ماحول کو کیوں صاف ستھرا رکھنا چاہیئے؟

3- ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

4- ماحول گندہ کیوں رہ رہا ہے؟

5- کچرا، گندگی اور سڑن والی جگہ پر رہنے سے ہماری صحت کس طرح متاثر ہو رہی ہے؟

6- اپنے گھر کے اطراف کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے آپ کیا اقدامات کریں گے؟

جانیئے

ہماری جانب سے پیدا شدہ کچرے کو خود ہم برداشت نہیں کر پا رہے ہیں۔ کچرے کی کنڈیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سڑکوں پر، موریوں میں اور گھروں کے سامنے کچرا ڈالنے کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ سڑکوں پر سے کچرے کی صفائی کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک، صلح رحمی کرنے کی بجائے ان کی بے عزتی اور توہین کی جارہی ہے۔ ماحول کو صاف ستھرا رکھنا انفرادی طور پر ہر ایک کی اور متحدہ طور پر سب ہی کی ذمہ داری ہے۔

ب جماعتی سرگرمی۔ گروہی کام

1- آپ کے گھر میں صفائی کا ماحول، اسکول میں صفائی کا ماحول کیسا ہے۔ بتایئے اور لکھیئے؟

گھر میں صفائی کا ماحول	اسکول میں صفائی کا ماحول

2- ذیل کے جدول میں صحیح (   ) اور غلط (   ) کی نشاندہی کیجئے۔

(الف) کچرے کو جھاڑنا نہیں چاہئے	
(ب) کچرے کو کنڈی میں ڈالنا چاہئے	
(ج) کچرے کے جمع ہونے کی وجہ سے بیماریاں لاحق ہوتی ہیں	
(د) ماحول کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے	
(ھ) تندرستی ہزار نعمت ہے	
(ف) آلودہ ماحول صحت کو متاثر کرتا ہے	
(ص) صفائی کی ذمہ داری ہر کسی کی ہے	
(ض) کچرے کو موریوں میں ڈالنا	

ج | عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

1- مدرسہ کے ماحول کوصاف ستھرا رکھنے کے لئے ذمہ داریاں بانٹ لیتے ہوئے انجام دیجئے اور بتایئے کہ ایک ہفتہ میں کیا کیا اور کیسے کیا؟

ایسا کیجئے

- دو ناکارہ پرانے ڈبے یا ٹوکریاں ڈھونڈ کر اس پر ''کچرے کی ٹوکری'' ''مجھے استعمال کیجئے'' لکھ کر غیر ضروری اشیاء اور کچرا ڈالنے کے لئے استعمال کیجئے۔ان کے بھر جانے کے بعد مناسب مقام پر ڈالنے کا انتظام کیجئے۔گھر میں ہونے دیجئے یا مدرسہ میں، یہ آپ اپنی ذمہ داری سمجھ کر انجام دیجئے۔ ہمارا اسکول سے مراد اسکول کے بارہ صحن، کمرہ جماعت کو صاف ستھرا رکھنا، ہمارا گھر، ہمارے گھر کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا، اس کے لئے میں کیا کرسکتا ہوں؟ میری ذمہ داری کیا ہے؟ سوچتے ہوئے کام کیجئے۔
ہر کوئی ایسا سوچیں گے تو نہ صرف ہماری صحت بلکہ سارے سماج کی صحت کی حفاظت کرنے والے کہلائیں گے۔

قول

8 استاد

I. اہم اقدار

تہذیب وتمدن

II- ذیلی اقدار

استاد کا مرتبہ ماں باپ کے برابر ہے

III- متوقع نتائج رمقاصد

- استادوں کے متعلق جذبہ احترام کا فروغ

IV - تمہید

کامیاب طالب علم وہ ہے جو اپنے استاد سے علم کے ساتھ ساتھ حسن عمل بھی سیکھے۔استاد ایک موم بتی کی طرح ہے جو خود جلتی رہتی ہے لیکن دوسروں کو روشنی پہنچاتی ہے۔

اپنے اجتہاد کو اپنے سے بڑے علم والوں کے اجتہاد پر ترجیح دینا اپنے ترقی علم کے راستہ کو بند کرتا ہے۔ اپنے اساتذہ کے خلاف زبان دراز کرنا ان کی شان میں گستاخی اپنے شجرہ علم کے راستے کو بند کرنا ہے۔

ہندوستانی تہذیب اوران کی مذہبی کتابوں میں استادکو بہت بلندمقام دیا گیا ہے۔ان کا ماننا ہے کہ استادکا درجہ ان کے خدا، برہما، وشنو کے برابر ہے اوراستادہی خداہے کاتصورملتاہے اوران کا یہ خیال بھی ہے کہ استادکی خدمت کے ذریعہ اوران کی دعاؤں کے ذریعہ ہی ترقی ممکن ہے۔

V- واقعات

1- واقعہ

بچو!ان سوالات کے جوابات دیجئے

1- آپ کوعلم وحکمت سکھانے والے کون ہیں؟

2- کیااستادکے بغیرتعلیم حاصل کرناممکن ہے؟ کیوں بتایئے؟

استادہمارے اندرجہالت کے اندھیرے کومٹا کرعلم کی شمع روشن کرنے والی عظیم ہستی ہے۔استاد،کتابوں کے علم کے ساتھ ساتھ اس کے متعلق معلومات کو ہرایک طالب علم کو سمجھنے کے قابل بنا سکتا ہے۔اس طرح استاد مشعل راہ، رہنماء،مخلص دوست کی طرح مدد کرتے ہوئے طلباء کوسیدھی راہ چلنے میں معاون ہوتا ہے۔اس طرح کی عظیم ہستیوں میں سے ہی ایک عظیم المرتبت شخصیت ڈاکٹرسروے پلی رادھا کرشنن ہیں۔

ابھی وہ اکیس سال ہی کے نہ تھے مدراس پریسیڈنسی کالج میں پروفیسر کے عہدہ پرفائز ہوگئے۔علم فلسفہ میں ان کی قابلیت کودیکھ کرمیسور یونیورسٹی میں پروفیسر کے عہدہ پرتقررعمل میں آیا۔

ان کی تقاریرکوطلباء بہت دلچسپی سے ساعت کرتے تھے۔کلکتہ یونیوسٹی میں وائس چانسلر کے عہدے کے لئے ڈاکٹرآشوتوش مکھرجی اوررابندرناتھ ٹائیگور نے پیش کش دی۔رادھا کرشنن نے کلکتہ جانے کا ارادہ کرلیا۔ان کے گھر کے سامنے ٹانگہ تیار ہے۔اپنے شفیق استادکوالوداع کہنے کے لئے طلباء ان کے گھرتشریف لائے۔ٹانگہ سے بندھے ہوئے گھوڑوں کوکھول کرشاگرد ریلوے اسٹیشن تک ٹانگہ خود کھینچتے ہوئے لے گئے۔یہ تھی شاگردوں سے ان کی محبت کی مثال،طلباء کی جانب سے دی جانے والی عزت واحترام کودیکھ کران کی آنکھیں نم ہوگئیں۔یہ استاداورشاگردوں کے دلی تعلقات تھے۔

محبت کا یہ رشتہ آج بھی کئی استاداورشاگردوں کے درمیان قائم ہے۔سروے پلی رادھا کرشنن سے محبت کوپیش نظر رکھتے ہوئے ان کے یوم پیدائش 5 ستمبرکو یوم اساتذہ کے طور پرمقررکیا گیا۔اس دن ان کی خدمات کو یاد کرتے ہوئے انھیں خراج پیش کرنا باعث مسرت ہے۔

2- واقعہ

اساتذہ اپنے طلباء کے روحانی باپ ہوتے ہیں۔ ان کے احسانات بھی والدین سے کچھ کم نہیں۔ اسی لئے طلبہ ہمیشہ اپنے اچھے اساتذہ کا احترام، اطاعت اور خدمت بالکل اسی طرح کرتے ہیں جس طرح اپنے والدین کی کرتے ہیں مگر اس کے یہ معنی قطعاً نہیں ہوتے کہ اساتذہ ان سے اپنی خدمت لے کر تعلیم وتربیت کا اجر ضائع کردیں۔ ایسا کرنے سے تو تعلیم ایک مقدس فریضے کے بجائے ایک تجارت ہو کر رہ جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنا اجر آخرت میں اللہ سے حاصل کرنے کے بجائے دنیا ہی میں شاگردوں کی خدمت کے روپ میں وصول کر لیتے ہیں۔ دوسرے اس روحانی رشتے میں بھی کوئی خلوص باقی نہیں رہ جاتا۔ اچھے اساتذہ کا یہ شعار رہا ہے کہ اصرار کے باوجود انھوں نے اپنے شاگردوں سے کسی قسم کی خدمت لینا کبھی گوارا نہ کیا۔

میاں عبداللہ بدایونی ایک ایسے ہی نیک استاد تھے۔ ان کی تعلیمی خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔ آپ خلوص سے تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کا سارا کاروبار بھی خود کیا کرتے تھے۔ گھر کے لئے سودا خواہ زیادہ ہو یا کم اور ضرورت کی دیگر اشیاء میاں صاحب پا پیادہ بازار سے خود جا کر خریدتے اور اپنے اوپر لاد کر گھر لاتے۔ اس اثناء میں بھی وہ تعلیم وتدریس سے نہ چوکتے۔ طلباء ان کے ساتھ ہو جاتے اور وہ راستے میں انھیں تعلیم دیتے چلتے۔ طلباء اصرار کرتے کہ حضرت ہمیں دیجئے ہم ان چیزوں کو گھر پہونچا دیں لیکن آپ اُسے کسی طرح گوارا نہ کرتے۔ پیٹھ پر گٹھری پڑی ہوئی ہے، سبق ہو رہا ہے مگر یہ پسند نہیں کہ اپنا نجی کام طلبہ سے لیں۔

مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی (اللہ کی اُن پر رحمت ہو) اِسی وضع کے ایک اور خوددار اور مخلص استاد گذرے ہیں۔ مولان حالؔی آپ کے شاگرد تھے۔ ایک بار آپ نے ایک خط لکھا اور اس انتظار میں تھے کہ اپنا ملازم نظر پڑے تو اس سے ڈاک میں ڈلوایا جائے۔ اتفاق سے آپ کے ایک شاگرد کو پتہ چل گیا کہ استاد کو خط ڈلوانا ہے۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا

''لائیے خط میں ڈال آؤں'' اور بے حد اصرار کیا، شاگرد کیا صرار پر آپ نے فرمایا! میں تم سے یہ کام لینا نہیں چاہتا، کیوں کہ تمہارا تعلق میرے ساتھ تعلیم کا ہے۔ میرا حق استادی سمجھ کر تم یہ خط ڈاک میں ڈالوگے، میرے نزدیک یہ بھی ایک گونہ رشوت ہے۔ اس کے بعد تعلیم کا خلوص باقی نہ رہے گا۔ لہٰذا میں تم سے معمولی کام لے کر اپنا ثواب کیوں ضائع کروں''۔

دیکھا آپ نے ان بزرگوں کا طرزِ عمل۔ اللہ ان بزرگوں کو جزائے خیر دے جنھوں نے ہمارے سامنے ایسے اچھے عملی نمونے پیش کئے۔

VI. الف) غور کرنا۔ردعمل ظاہر کرنا

1- والدین کے بعد استاد کا درجہ کہتے ہیں۔کیوں؟
2- اساتذہ کی عزت کیوں کرنی چاہئے؟
3- آپ کے پسندیدہ استاد کون ہیں اور کیوں؟

جانیئے

والدین ہمیں جنم دیتے ہیں لیکن استاد ہمیں زیورتعلیم سے آراستہ کرتے ہوئے ایک آدمی سے انسان بناتے ہیں۔ جس طرح ایک شمع کے روشن ہونے سے اندھیرا دور ہوجاتا ہے اسی طرح استاد کی رہنمائی سے ہمارے اندر سے جہالت کا اندھیرا دور ہوجاتا ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ بدکردار اولاد، بےمقصد تعلیم، بےایمان قوم، بےفیض ہیں۔کردار اہم، بدف بےحد ضروری ہے۔ہر شخص میں ایمان داری ہونا چاہئے۔لہٰذا ہر طالب علم میں یہ تین خصوصیات ہونا چاہئے۔خاص طور پر اپنے اساتذہ کو نمونہ بناتے ہوئے تعلیم حاصل کرنا چاہئے۔ورنہ حصول تعلیم ناممکن ہے۔اس لئے ہر طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے اساتذہ کے ساتھ عزت واحترام کا برتاؤ کرے۔

استاد ایک زینہ کی طرح ہوتا ہے۔زینہ اپنے ہی مقام پر رہتا ہے لیکن اس پر چڑھنے والا بلند مقام تک پہونچتا ہے۔ اس لئے ہم چاہے کتنی ہی بلندی کو کیوں نہ پہنچ جائیں لیکن ہمیشہ پہلی سیڑھی کو یاد رکھنا ہی اساتذہ کے لئے حقیقی خراج ہے۔استاد سے حرف شناسی، پڑھنا سیکھنے کے بعد ہی ہم کئی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے اور فہم حاصل کرکے اس کے مفہوم کو اخذ کرکے اپنی زندگی میں ضرورت کے مطابق استعمال کرلیتے ہیں۔استاد ایک زندہ (باحیات) کتاب ہے۔استاد ہمیں پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کے قیمتی تجربات،سوچ و چار،کامیابی و کامرانی کا گھول بنا کر تعلیم کی شکل میں پلاتے رہتے ہیں اور ہمیں ان سے بھی زیادہ بلندی نصیب ہو اور ترقی ہو اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

تعلیم سے اطاعت، اطاعت سے حسن سلوک، حسن سلوک سے عزت، دولت، ایمان داری، راحت وسکون نصیب ہوتا ہے۔ استاد کی اطاعت فرماں برداری سے ہی یہ تمام باتیں ممکن ہوسکتی ہیں۔ہمیں ساری نعمتوں کا عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو علم کے زیور سے آراستہ کرکے ہمیں کامیاب بنانے والے اساتذہ بھی اپنے طلباء کے روحانی باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔اسی لئے اساتذہ کو ہمارے معاشرے میں عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ دیکھتے رہیں گے۔ایسے طلباء جو اساتذہ سے عزت و احترام سے پیش آتے ہیں، اپنے والدین کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں، زندگی میں کامیابی کی بلند چوٹیوں کو سر کرتے ہیں۔

ب جماعتی سرگرمی۔گروہی کام

بچو! اس

نھے بچوں کے حق میں اے بیٹی!
ایک روشن چراغ ہے استاد
اس کا سایہ خدا کا سایہ ہے
فیض و رحمت کا باغ ہے استاد
اس کی آنکھوں پہ میکدے قربان
نشہ لب کا ایاغ ہے استاد
اس کی خدمت بھی ایک عبادت ہے
زندگی کا فراغ ہے استاد
اس کے پر توسے کھل گئے اسرار
عقل و دانش، دماغ ہے استاد

بچو! اس گیت کو آپ نے سنا!

- اس نظم میں استاد کی بڑھائی کو کس طرح بیان کیا گیا؟ بتائیے؟

ج عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

1- استاد سے مراد ہمیں معلومات کا خزانہ عطا کرنے والا ہے۔لہٰذا آپ اپنے استاد سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کیجئے۔اس سے آپ کو کیا تجربات حاصل ہوئے بتائیے؟

ہمیں والدین کے ساتھ ساتھ استاد کے تعلق سے بھی جذبہ احترام کو بڑھاوا دینا چاہئے اور ان سے خلوص ومحبت سے پیش آنا چاہئے۔انھیں سلام کرنا چاہئے،ادب بجالانا چاہئے۔استاد ہمیں زیورتعلیم سے آراستہ کرتے ہیں اور ہم اس تعلیم سے ہماری کردارسازی ہوتی ہے،اچھے اخلاق کی تربیت ہوتی ہے۔اسی تعلیم سے ہم صحیح ڈھنگ سے زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

مٹا دے اپنی ہستی گر مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

ابتداء سے ہی اسلام یں استاد کا درجہ والدین کے برابر ہوتا ہے۔ ہمیشہ وہ ہماری ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔حضورؐ کے زمانہ میں صفہ چبوترے پر تعلیم وتعلم کا نظام تھا۔بادشاہ ہارون رشید کا اپنے لڑکوں کوتعلیم دلانے کے لئے بزرگ استاد امام مالکؒ کی بات ماننا۔ہمارے آقا حضرت محمدؐ کوبھی اللہ تعالیٰ نے معلم بنا کر ہی بھیجا تھا۔اسلام میں ابتداء ہی سے استاد کا درجہ قابل احترام ہے۔لہٰذا اساتذہ کی باتوں پرعمل کرنے سے ہمارا بھلا ہوگا۔نیک اوراونچے خیالات،علم اوراچھے کردار نصیب ہوں گے۔اسی لئے اساتذہ کا احترام کرنا چاہئے۔اساتذہ کے ادب واحترام میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی یہ حالت تھی کہ آپ اپنے استاد حمادؒ جب تک زندہ رہے آپ نے ان کے مکان کی طرف کبھی پاؤں نہیں پھیلائے۔

استاد کا احترام

معلم وہ ہے جو اپنے نونہالوں کو قندیل حرم دیتا ہے
دست معصوم کو لوح و قلم دیتا ہے
بانٹتا پھرتا ہے روشنی سورج کی طرح
ڈوبتا ہے تو ستاروں کو جنم دیتا ہے

قول

علم کی محبت اور استاذہ کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا

9 پلاسٹک نہیں

I. اہم اقدار

ماحول کا تحفظ

II- ذیلی اقدار

پلاسٹک کا استعمال کم ہو
فہم حاصل کرنا

III- متوقع نتائج/مقاصد

- پلاسٹک کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کو جانتے ہوئے۔ استعمال کو کم کرتے ہیں

IV - تمہید

ہرطرف آج کل پلاسٹک کا بہت زیادہ نظارہ ہو رہا ہے۔ چھوٹے بچوں کے کھیل کی اشیاء سے لے کر گھر کی تمام ضرورتوں کی اشیاء کے لئے پلاسٹک ہی ہے۔ دیکھنے میں خوبصورت، ہلکی اور کئی وجوہات کی بناء پر سب اسی کا استعمال کر رہے ہیں۔ بازار میں، دُکانوں میں رنگ برگی پلاسٹک کے تھیلیاں اور کئی طرح طرح کے پلاسٹک کی اشیاء استعمال کر کے پھینک دیا جا رہا ہے۔ پلاسٹک سے ہونے والا نا قابل تلافی نقصان کیا ہے، معلومات حاصل کریں گے۔

غور کرنا۔ردعمل ظاہر کرنا

سبزی ترکاری لانے کے لئے کون سا کور استعمال کرتے ہیں؟

شادی بیاہ اور دیگر تقاریب میں کون سے گلاس استعمال کرتے ہیں؟

تعلیم یافتہ سے لے کر ایک عام آدمی تک کون سی تھیلیاں استعمال کر رہے ہیں؟

سڑک پر دکھائی دینے والے کچرے میں ہمیں سب سے زیادہ کیا نظر آتا ہے۔اس سے کیا ہوسکتا ہے؟

V- واقعات

1- واقعہ

آج ہم بازار سے چاہے کچھ بھی کیوں نہ خریدیں وہ پلاسٹک کی تھیلی میں ہی لا رہے ہیں۔اسکول کو دوپہر کا کھانا بھی پلاسٹک کے کور میں ہی لا رہے ہیں۔خریدنے والے،فروخت کرنے والے اس طرح سب ہی پلاسٹک کے کور ہی استعمال کر رہے ہیں۔پلاسٹک کے علاوہ دوسری اشیاء زمین میں گھل جاتی ہیں۔قدرتی اشیاء دوبارہ زمین میں حل ہوجاتی ہیں۔زمین ان اشیاء کو اپنے اندر سما سکتی ہیں لیکن پلاسٹک زمین میں حل نہیں ہوسکتا اور پھر وہ زمین کو زہریلا بنا دیتا ہے۔

ہم ایک مرتبہ مشاہدہ کریں گے کہ کون سی اشیاء کتنے عرصہ میں مٹی میں مل جاتی ہیں۔

سبزی ترکاریاں: 5 تا 30 دن

موز کے چھلکے: 24 دن

گنے کا برادہ: 30 تا 60 دن

کاغذ کی تھیلیاں: 2 تا 5 ماہ

روئی : 1 تا 5 ماہ

دھاگہ : 3 تا 14 ماہ

پتے : 12 ماہ

چمڑے کے جوتے: 25 تا 40 سال

نائیلان کا کپڑا : 30 تا 40 سال

المونیم کا ڈبہ : 80 تا 100 سال

پلاسٹک کے کور: ہزاروں سال

2- واقعہ

اصولوں کی خلاف ورزی کرتےہوئے تیار کیے جانے والے، آلودگی پھیلانے والے پلاسٹک کی تھیلیوں کا چلن آج کل زیادہ ہوگیا ہے۔ جو ماحول کے لئے خطرناک ثابت ہورہا ہے۔

مرکزی حکومت نے سن 2001ء سے سارے ملک میں 20 میکران والی پلسٹک کی تھیلیوں پر امتناع عائد کردیا ہے۔ سن 2011ء میں 40 میکران موٹائی والی پلاسٹک کی تھیلیوں پر بھی امتناع عائد کردا۔ اس سلسلہ میں گریٹر حیدرآباد میونسپل کمشنر صاحب نے بھی 40 میکران سے بھی کم موٹائی والے پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال پر امتناع عائد کردیا ہے۔ پلاسٹک کے استعمال پر قابو پانے کے لئے مرکزی حکومت کے حکم کے مطابق 40 میکران سے بھی زیادہ موٹائی والے پلاسٹک تھیلیوں کی قیمت 2 روپے، 5 روپے تک وصول کرنے کا قانون نافذ کیا گیا۔ دُکان دار اس طرح وصول بھی کررہے ہیں۔

حیدرآباد کے سرحدی علاقے کاٹے دان پر تقریباً سو سے زیادہ چھوٹے چھوٹے پلاسٹک تیار کرنے والے کارخانے اور مزید 15 بڑے کارخانے موجود ہیں۔ یہاں روزانہ لاکھوں کی تعداد میں 40 میکران سے بھی کم موٹائی والی تھیلیاں تیار کی جارہی ہیں۔ ساری ریاست کو یہاں سے ہی تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں کی چھوٹی اکائیوں کو باہر سے قفل ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ اندر کام چلتے ہی رہتا ہے۔ ہر تھیلی کی قیمت 2 روپے اور اس سے زیادہ بھی وصول کرنے کے حکم پر ہی عمل ہورہا ہے۔ آخر میں عوام پر یہ بوجھ ہی باقی رہ گیا ہے۔ پلاسٹک سے پیدا ہونے والے مسائل سے ماحول کی آلودگی بڑھ رہی ہے کہہ کر ریاستی آلودگی کنٹرول بورڈ کے افسران پریشان ہورہے ہیں۔ افسران کا کہنا ہے کہ شہر میں روزانہ 3800 ٹن کچرا نکلتا ہے تو اس میں سے کم ازکم 400 ٹن پلاسٹک کی تھیلیاں پائی جاتی ہیں۔ 40 میکران سے کم موٹائی والی پلاسٹک کی تھیلیاں کبھی بھی زمین میں حل نہیں ہوسکتیں جس کی وجہ سے زمین کی زرخیزی کم ہوجاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بارش کا پانی بھی زمین میں جذب نہیں ہوسکتا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ سے زیرزمین آبی ذخائر میں بہت کمی آجاتی ہے۔ حال ہی میں آلودگی کنٹرول بورڈ کے افسروں نے بلدیہ گریٹر حیدرآباد کو انتباہ دیا ہے کہ شہر میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال بہت زیادہ ہوگیا ہے۔

VI. ایف) غورکرنا۔ ردِعمل ظاہر کرنا

1- بالائی عبارت میں کئی دنوں تک زمین میں حل نہ ہونے والی شئے کون سی ہے، اس سے آپ نے کیا محسوس کیا؟

-2 پلاسٹک کو زمین میں حل ہونے کے لئے کتنا عرصہ درکار ہے؟

-3 پلاسٹک کے بجائے ہمیں کیا استعمال کرنا چاہئے؟

4 پلاسٹک کے استعمال سے کیا ہوسکتا ہے؟

جانیئے

پلاسٹک کے استعمال سے زمینی آلودگی واقع ہوتی ہے۔اس کی وجہ سے زمینی زرخیزی میں کمی آتی ہے اور یہ فصل کی پیداوار کو بھی متاثر کرتی ہے۔ پلاسٹک کے استعمال پر قابو پالیں۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ہم اس کارخیر کی شروعات اپنے اپنے مکانوں سے ہی کرلیں۔

پلاسٹک کے بدلے میں کاغذ کی تھیلیاں استعمال کرسکتے ہیں۔ کپڑے کی تھیلوں کو استعمال کرسکتے ہیں۔ہم ہمارے گاؤں میں، محلے میں بھی پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال پر امتناع کی اطلاع دیں۔ ریاست کیرالہ میں اسکول کے طلباء ہی اس تحریک کے روح رواں تھے۔آپ کے گاؤں کو کوئی بھی پلاسٹک کی تھیلی لے کر آئے تو پلاسٹک پر امتناع عائد کردی گئی ہے بتائیے۔ہم اسی طرح کرتے ہوئے ماحول کا تحفظ کرسکتے ہیں۔

ب جماعتی سرگرمی۔گروہی کام

-1 آپ میں سے کس نے پلاسٹک کے بیاگ لائے ہیں اور کون نہیں لائے۔لائے تو کیوں لائے بتاتے ہوئے ایک جدول تیار کیجئے۔

نام طالب علم	پلاسٹک لائے، کیوں لائے	نہیں لائے
رانی	ٹفن کے باکس کے لئے	

-2 پلاسٹک کے استعمال پر قابو پانے کے لئے کیا کرسکتے ہیں؟ لائحۂ عمل تیار کیجئے؟

-3 پلاسٹک پر قابو پانے کا عہد اور نعرے لکھیئے؟

ج عمل کرنا۔ تجربات بیان کرنا

-1 آپ کے اسکول کو پلاسٹک ممنوع علاقہ (No Plastic Zone) اعلان کرتے ہوئے پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال کو ترک کیجئے۔ پھر جماعتوں میں اپنے تجربات بیان کیجئے

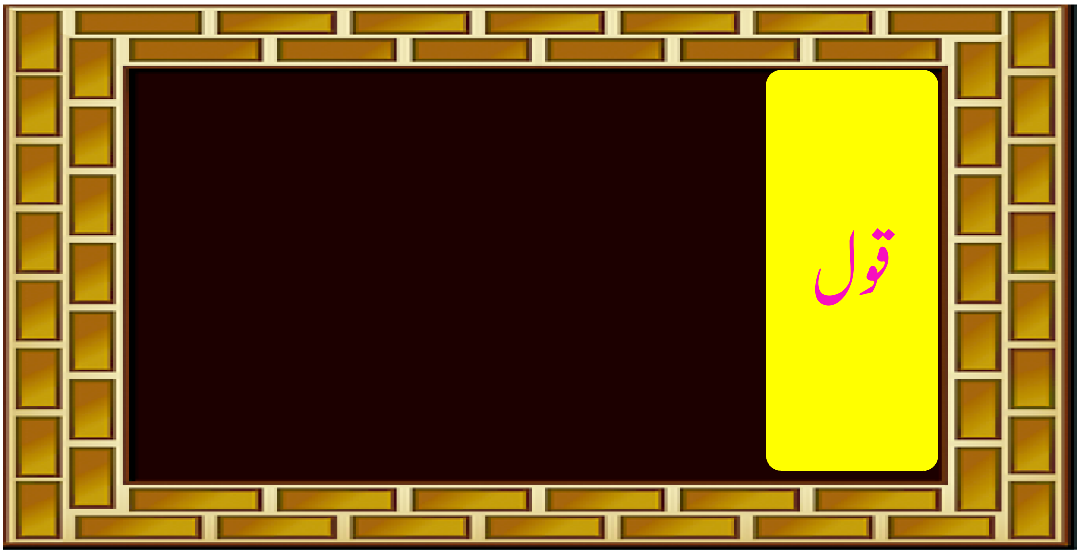

10 توہم پرستی

I. اہم اقدار

سائنسی سوچ

II- ذیلی اقدار

آنکھ بند کرکے کسی چیز پر بھروسہ نہیں کرنا

معلومات حاصل کرنا

III- متوقع نتائج رمقاصد

- توہم پرستی کام آنے والی نہیں ہے۔جانیں گے

IV - تمہید

معاشرہ میں ہم کئی لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔کئی لوگ ہمارے بھروسے کا فائدہ اٹھانے والے بھی ہیں۔ ویسے افراد سے ہوشیار رہنا چاہیے۔بھروسہ کرنا اچھی بات ہے لیکن اندھا دھند بھروسہ کی وجہ سے اچھے بُرے کی تمیز ختم ہوکر ناانصافی اور دھوکہ دہی کا نشانہ بن جاتے ہیں۔عوام کیسے اور کس طرح دھوکہ کھارہے ہیں۔اس واقعہ کا جائزہ لیں گے۔

V- واقعات

1- واقعہ

1-واقعہ: شہر کے سرحدی علاقے کی گندی بستی میں رہنے والے تعمیراتی مزدوروں کے آٹھ سال کے تمام بچوں کو مسلسل دو تین دن اسہال کی شکایت لاحق ہوئی۔ ماں باپ گھبرائے، اچانک ایسا کیوں ہوا سوچ کر پریشان ہوتے رہے۔ یہ سب مل کر گاؤں کے ایک بابا کے پاس پہنچے۔ انھیں ساری باتیں بتائیں۔ تب بابا نے کہا! آپ کے بچوں کو ہوا لگی ہے۔ میری اس دوا کو ایک ہفتہ استعمال کیجئے فائدہ ہوگا کہہ کر ان سے رقم حاصل کر لی۔ گھر کو آ کر انھوں نے بابا کی دوا استعمال کی۔ اس طرح ہفتہ بھر دوا پلانے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ بچوں کی صحت اور بگڑتی جا رہی تھی۔ والدین کی پریشانی اور بھی بڑھ گئی۔

ایک دن اچانک محکمہ صحت کی کارندہ ان کی گندی بستی کو تشریف لائی۔ صحت کی کارندہ نے دیکھا بستی کے تمام بچے بیمار، کمزور بستر پر پڑے ہیں۔ ان سے اٹھا تک نہیں جا رہا تھا۔ بہت سارے بچے لاغر ہو چکے ہیں اس نے دریافت کیا انھیں کیا ہوا ہے، وہ ایسے کیوں ہیں۔ والدین نے ساری حقیقت سے واقف کروایا تو اس نے کہا آپ کے بچے بہت ہی خطرناک حالت میں ہیں انھیں فوراً دواخانہ لے جانا چاہیے۔ سب بچوں کو شریک دواخانہ کیا گیا۔ دواخانے کے ڈاکٹر نے بچوں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا یہ تمام بچے مرض ''یرقان'' میں مبتلا ہیں جو بہت ہی پرانا ہو چکا ہے۔ اس طرح کہتے ہی بچوں کے ماں باپ، ڈاکٹر کے قدموں پر گر کر ہمارے بچوں کو کسی طرح بھی بچا لیجئے کہتے ہوئے زار و قطار رونے لگے۔ ان کی تکلیف اور پریشانی کو دیکھ کر وہاں موجود ہر کسی کی آنکھ نم ہوگئی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب باہر آ کر کہنے لگے اب آپ کے بچے خطرے سے باہر ہیں اگر دواخانہ لانے میں ایک دن بھی دیر ہوتی تو آپ کے بچوں کا زندہ بچنا محال تھا۔ اس پر بچوں کے ماں باپ اپنی نادانی اور بے وقوفی پر سر شرم سے جھکا لیئے۔

VI. الف) غور کرنا۔ ردِعمل ظاہر کرنا

1- کیا ماں باپ کا بابا کے پاس جانا آپ کو مناسب لگا۔ کیوں؟

2- ''توہم پرستی'' سے مراد آپ کیا سمجھتے ہیں؟

3- کیا آپ نے کبھی اندھ وشواس سے دھوکہ کھایا ہے۔ تو کسی ایک واقعہ کے بارے میں لکھیئے؟

4- آپ کے دوست نے کہا وہ ''دھوکہ باز'' ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے۔ حقیقت جانیں گے، کیا کریں گے۔ کیا کبھی اس طرح کے حالات آپ کو درپیش ہوئے ہیں؟

جانیئے

جب ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو کئی لوگ کئی طرح کے مشورے دیتے ہیں۔ سب کے مشورے سننا غلط نہیں ہے لیکن کسی پر بھی اندھادھند بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ آگے پیچھے سوچنا چاہئے۔ ان کے مشورے مناسب ہیں یا نامناسب سوچنا چاہئے۔ تحقیق (جانکاری) کے بعد ہوشیاری سے فیصلہ لینا چاہئے۔

آج قدم قدم پر دھوکہ، دھوکہ باز بابا، رقم کو دس گنا بڑھانے کا جھانسہ دینے والے، سونے کو دوگنا کردینے والے، یہ دم کا پانی پینے پر آپ کو اولاد نصیب ہوگی، تعویز باندھنے پر تقدیر بدل جائے گی، اگر ان پر عمل نہیں کرے تو نقصان ہوگا جیسے دھوکے آج سماج میں ہرطرف نظر آتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بعض موقعوں پر تھوڑی ہی دیر میں افواہیں پھیلا دی جاتی ہیں جس سے عوام میں ڈر و خوف پیدا ہوجاتا ہے۔ ان کی زندگیاں تہس نہس ہوجاتی ہیں۔ اس کی ایک مثال حال ہی میں شمالی ہند میں ایک پجاری کو خواب ہوا کہ فلاں مقام پر سونے کے دفینہ کے ذخائر موجود ہیں۔ جب یہ بات باہر آئی تو حکومت نے پجاری کے بتائے ہوئے مقام پر ایک ہفتہ کھدوائی کروائی۔ پر وہاں سے کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ یہ سب دھوکہ ہے کہتے ہوئے سب وہاں سے لوٹ گئے۔

آج ایسی بے بنیاد باتوں پر اور سنی سنائی باتو پر بھروسہ کرنا عام رواج ہوگیا ہے۔ اگر کوئی بات سنائی بھی دے تو حقائق اور وجوہات معلوم کرتے ہوئے بھروسہ کرنا چاہئے۔

ب جماعتی سرگرمی۔گروہی کام

- توہم پرستی مناسب نہیں، سب کو بتانے کے لئے چند نعرے تحریر کیجئے۔

ج عمل کرنا۔تجربات بیان کرنا

- کسی بھی بات پر اندھادھند عمل نہیں کرنا چاہئے۔ آپ یا آپ کے گھر میں کون سی باتوں پر اندھادھند بھروسہ کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا مناسب ہے؟

قول

11 نصیحت

I. اہم اقدار

انصاف

II- ذیلی اقدار

انصاف کے برتاؤ کا فہم حاصل کرنا

III- متوقع نتائج رمقاصد

- ہمارے اطراف میں ہونے والے انصاف و ناانصافیوں کی نشاندہی کرنا، انصاف پسندی کے برتاؤ کا فہم حاصل کرلینا

IV - تمہید

ہمارے گھروں میں، اڑوس پڑوس میں روز بروز انسانی رشتے کمزور ہوتے جارہے ہیں۔ انسانوں میں انانیت اور خودی میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اپنے فرائض کو بھول کر ناانصافی اور بے ایمانی کا برتاؤ کر رہے ہیں۔ انصاف پر عمل پیرا ہونے سے رشتوں میں نہ صرف مضبوطی پیدا ہوتی ہے بلکہ زندگی چین و سکون سے بسر ہوتی ہے۔

کہانی

بچو! آپ نے حضرت شیخ سعدیؒ کا نام تو سنا ہوگا۔ بڑے زبردست عالم اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ رہنے والے شیراز کے تھے مگر علم کی خاطر بہت دور دور تک سفر کیا۔ مختلف زبانیں سیکھیں اور کئی کتابیں لکھیں جن میں گلستان، بوستان بہت مشہور ہیں۔

ایک دفعہ سعدیؒ سفر کرتے کرتے کسی شہر میں پہنچے وہاں ان کے ایک دوست تھے۔ انھوں نے اپنے دوست کے یہاں قیام کیا۔ دوست نے بڑی خاطر تواضع کی۔ ان کے لئے اچھے اچھے کھانے پکوائے جب کھانا سامنے آیا تو انھوں نے کہا" ہائے دعوتِ شیراز"

یہ سن کر اُن کے دوست کو تعجب ہوا۔ سوچا شاید شیراز کی دعوت بہت پُر تکلف ہوتی ہوگی۔ چناں چہ اگلے دن انھوں نے اور زیادہ اہتمام کیا۔ بہترین کھانے پکوائے، لیکن جب دسترخوان چنا گیا تو سعدیؒ نے پھر وہی فقرہ دہرایا" ہائے دعوت شیراز"۔

اپنے دوست کا تکلف دیکھ کر شیخ سعدیؒ وہاں زیادہ نہ ٹھہرے اور جلد رخصت ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہی دوست شیراز آئے اور سعدیؒ کے یہاں قیام کیا۔ سوچا اب" دعوت شیراز" دیکھیں گے جس کے لئے سعدیؒ آہ بھرا کرتے تھے۔ سعدیؒ اپنے دوست سے ملے تو بڑے تپاک سے اور ان کی آمد پر انتہائی مسرت کا بھی اظہار کیا مگر جب کھانے کا وقت آیا تو وہی روز کی دال روٹی لاکر سامنے رکھ دی اور بولے" بسم اللہ نوش فرمائیے" اور خود بھی شوق سے کھانے لگے۔

دوست کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ کچھ کہنے ہی والے تھے کہ سعدیؒ خود بول اٹھے" بھئی وہاں جو میں نے" دعوت شیراز" کے لئے آہ بھری تھی، اس کا یہ مطلب تھا کہ دعوت پُر تکلف نہ ہوتا کہ مہمان خواہ کتنے دن آن ٹھہرے میزبان کو بار نہ محسوس ہو۔ آپ کا اہتمام اور تکلف دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی چناں چہ ارادے کے باوجود میں آپ کے پاس زیادہ دنوں نہ ٹھہر سکا۔

VI. الف غور کرنا۔ ردِ عمل ظاہر کرنا

1- شیخ سعدیؒ کے دوست نے کیسی خاطر تواضع کی۔ کیا مہمانوں کے ساتھ ایسا کرنا چاہیے؟

2- شیخ سعدیؒ نے اپنے دوست کے لئے کس طرح کی دعوت کا اہتمام کیا۔ کیا یہ مناسب ہے؟

3- آج کل ایسی بے تکلفی اور کہاں کہاں برتی جارہی ہے۔ کیا ہماری شادیوں میں اس طرح کی بے تکلفی، فضول خرچی مناسب ہے؟

جانئیے

ہمارے معاشرے میں معاشرے کی بھلائی کے لئے چند اصول وقوانین ترتیب دے کرعمل کئے جارہے ہیں جیسے خاندانی نظام، بڑوں کا احترام، مہمان نوازی وغیرہ۔ یہ ہمارے معاشرے کے شعار ہیں۔ ان اصول وقوانین پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہی انصاف ہے۔ اگر اس سے ہم تجاوز کریں گے تو وہ ناانصافی ہوگی۔ سب مل جل کر مساوات اور آزادی کوملحوظ رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہی انصاف ہے۔ ایسا کرنے کے بجائے ہم خواتین اور بچوں کو کمزور سمجھ کر نظر انداز کردینا، معذوروں کواپاہج سمجھ کر طنز کرنا، ضعیف حضرات کو ہمارے لئے یہ کس کام کے ہیں کہنا جیسی باتیں غیر سماجی اور ناانصافی کی باتیں ہیں۔

گھر میں یا باہر جب ہمارے ساتھ کوئی ناانصافی ہوتی ہے توہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم بھی کسی کے ساتھ ناانصافی سے پیش آتے ہیں تو وہ بھی اسی طرح تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ ہماری نظروں کے سامنے کسی کے ساتھ ناانصافی ہورہی ہوتو خاموش ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا غلط ہے۔ سوال کرنا چاہئے۔ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو آگے بڑھ کر دیکھنا چاہئے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے سمجھتے ہوئے اس کے مطابق زندگی گذارنا چاہئے۔

ب جماعتی سرگرمی۔ گروہی کام

- لڑکیوں کے ساتھ، معذوروں کے ساتھ، دوسرے طبقوں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ ہونا چاہئے۔ بحث کرکے لکھیئے۔

ج عمل کرنا۔ تجربات بیان کرنا

- کیا ہمارے گھر میں اور پڑوس میں رہنے والے ضعیفوں کے ساتھ ہمارا برتاؤ انصاف پسند ہے۔ یا ناانصافی کا برتاؤ ہورہا ہے۔ معلوم کیجئے

قول

12 بھلا کریں گے

I. اہم اقدار

امن رمل جل کر زندگی بسر کرنا

II- ذیلی اقدار

دوسروں کی بھلائی کے کام

III- مطلوبہ نتائج رمنازل رنشانہ

-
-

IV - تمہید

اگر ہم کسی کا بھلا کرتے ہیں تو وہ ہمارے دل کو تسلی دیتا ہے۔ میری جانب سے کسی کا بھلا ہوا دل مطمئن ہوتا ہے۔ نیک دل انسان ہمیشہ انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ ان سے جو کچھ ہوسکتا ہے، اتنا کرنے کی سوچتے رہتے ہیں۔ ہمارے سماج میں ایسے کئی افراد موجود ہیں۔ ایسے افراد کے بارے میں جانکاری حاصل کیجیے۔

V - واقعات

1- واقعہ

سارا دن مندر کے دامن میں، مکان نہ ہونے کی وجہ سے فٹ پاتھ پر ہی زندگی
سکندر آباد ریلوے اسٹیشن سے متصل ایک مندر ہے۔ مندر کے سامنے فٹ پاتھ پر زائرین کی جوتیوں کی نگرانی کرنے والے چار پانچ افراد ہیں۔ ان میں سے ایک راما کرشنا وہ فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے ایک پیر سے محروم ہے۔ جئے پور کا مصنوعی پیر لگا لیا۔ زائرین کے جوتیوں کی نگرانی کرنا اس کا کام ہے۔ جوتیوں کی نگرانی کے بدلے میں لوگ اسے ایک روپیہ دیا کرتے، وہ ہی اس کی کمائی تھی۔ اس طرح ملنے والے پیسوں سے وہ اپنی دو وقت کی روٹی کے لئے مناسب رقم رکھ کر باقی رقم کو یتیم خانہ اور اسکو مصنوعی پیر لگانے والے جئے پور کے ادارے کو بھیجتا۔ جب راما کرشنا سے پوچھا گیا تو ایسا کیوں کررہا ہے تو ہو کہتا ہے کہ میرے پاس جو رقم ہے وہ میری نہیں بلکہ آپ جیسے ہی لوگوں نے مجھے دیا ہے۔ اس طرح میرے پاس کی رقم دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔
راما کرشنا کہتا ہے کہ وہی خوشی اور دلی سکون سے دوسرے دن کی ابتداء کرتا ہوں۔

2- واقعہ

کسی مقام پر کوڈور، پوڈور نام کے دو گاؤں کے درمیان ایک کنواں تھا جس کا پانی دونوں گاؤں والے استعمال کرتے تھے۔ کچھ دنوں تک اچھی طرح استعمال کرتے رہے لیکن تھوڑے عرصہ کے اندر ان کے درمیان پانی کے لئے جھگڑے شروع ہوگئے۔ پیار محبت سے رہنے والے گاؤں والوں کے درمیان نااتفاقی سر اٹھانے لگی، بےچینی پیدا ہوگئی۔ یہ جھگڑا کوڈور گاؤں کے ایک بزرگ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان کا پیشہ تدریس تھا۔ ان کا نام ہنمنت راؤ تھا۔ انھوں نے فوراً دونوں گاؤں والوں کو بیٹھا کر مسئلہ کو سنا اور وہ اپنے ذاتی خرچے سے دونوں گاؤں میں، گاؤں کے درمیان ایک ایک کنواں کھدوایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ کنوؤں کو کرنٹ کی موٹر، پائپ لائن لگا کر پانی پہنچانے کی کوشش کی۔ گاؤں والوں کے مسئلہ کا حل ہی نہیں ہوا بلکہ ہنمنت راؤ کے اس کارِ خیر کا ذکر کئی نسلوں تک چلتے رہے گا۔

VI. الف — غور کرنا۔ ردِ عمل ظاہر کرنا

1- پہلے واقعہ سے آپ نے کیا محسوس کیا؟
2- دونوں گاؤں کے درمیان جھگڑا کیوں شروع ہوا؟
3- ہنمنت راؤ نے کونسا کارِ خیر انجام دیا۔ اس سے کیا ہوا؟
4- راما کرشنا نے کہا ”دوسروں کی بھلائی کے لئے دینے پر مجھے خوشی ہوتی ہے“۔ اس کی باتوں کا کیا مطلب ہے؟
5- کیا آپ دوسروں کی بھلائی کے کام کرنے والوں کے بارے میں جانتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں بتائیے؟

جانیئے

انسانیت کے ناطے ہمیں اچھے کام انجام دینے چاہئیں۔ ہماری جانب سے انجام دیئے جانے والے کاموں سے صرف ہمیں ہی فائدہ پہنچے تو اس کو خودغرض کہتے ہیں۔ اس میں کوئی بڑائی نہیں ہے لیکن ہمارے کاموں سے لوگوں کی بھلائی ہو اور اس سے دوسروں کو ہی خوشی ہے ں ہوتی بلکہ ہمیں بھی خوشی اور دلی سکون نصیب ہوتا ہے۔

آج معاشرے میں دوسروں کی بھلائی کے بارے میں سوچنے والے بہت کم ہو گئے ہیں کوئی کدھر بھی جائے مجھے کیا۔ میری خوشی ہی میرے لئے اہم سمجھنے والے خودغرض لوگوں سے معاشرے کو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا۔ دوسروں کے لئے ہم جو چھوٹے چھوٹے کام انجام دیتے ہیں اس سے حاصل ہونے والا سکون اور خوشی محسوس کرنے سے سکون نصیب ہوتا ہے۔

ہمارے اطراف پیش آنے والے چھوٹے چھوٹے واقعات کا جائزہ لیں۔ بس مسافروں سے بھری ہوئی ہے ایسے میں ایک ضعیف شخص کھڑا ہوا ہے اگر آپ اس کو اپنی سیٹ دیں تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ ایسا کر کے ہم بھی مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سڑک عبور کرنے والے کی مدد کرنا اور کوئی ضرورت مند ضرورت سے ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کی مدد کرتے ہیں تو ان کی خوشی کا کوئی مقام نہیں رہتا۔ ان کی خوشی ہمیں بھی خود کر دیتی ہے۔

ب جماعتی سرگرمی۔ گروہی کام

- آپ کو کون کون سے کام انجام دینے پر دلی سکون محسوس ہوتا ہے۔ بتایئے؟
- آپ نے دوسروں کی بھلائی کے لئے کون کون سے کام انجام دیئے ہیں، لکھیئے۔ جب آپ کو کیسا محسوس ہوا؟
- دوسروں کے کون سے کاموں سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے؟

ج عمل کرنا۔ تجربات بیان کرنا

- اس ہفتہ آپ لوگوں کی بھلائی کے کام انجام دیجئے۔ کیسا محسوس ہوا۔ آپ کے تجربات بیان کیجئے

قول

1. حمد

اے دو جہاں کے والی
اے گلشنوں کے مالی

ہر چیز سے ہے ظاہر
حکمت تری نرالی

تیرے ہی فیض سے ہے
سر سبز ڈالی ڈالی

پتوں میں تیری سبزی
پھولوں میں تیری لالی

یہ سلسلہ جہاں کا
دنیا کے گلستاں کا

پھولوں بھری زمیں کا
تاروں کا، آسماں کا

سارا ہے کام، تیرا
پیارا ہے نام تیرا

یہ آگ، خاک، پانی
ہے تیری مہربانی

ہر دم ہوا کے لب پر
ہے تیری ہی کہانی

اونچے پہاڑ چپ ہیں
دے کر تری نشانی

ہے دم قدم سے تیرے
دریاؤں میں روانی

ہر بحر اور بر میں
ہر خشک اور تر میں

ہر بیج میں شجر میں
ہر شاخ ہر ثمر میں

ہے فیض عام تیرا
پیارا ہے نام تیرا

تونے ہمیں بنایا
اور سوچنا سکھایا

ہر شئے میں ہم نے دیکھا
تیرے کرم کا سایا

جس جا بھی ہم نے ڈھونڈا
تیرا نشان پایا

خالق ہے تو خدایا
مالک ہے تو خدایا

انسان بھی ہیں تیرے
حیوان بھی ہیں تیرے

جان دار بھی ہیں تیرے
بے جان بھی ہیں تیرے

ہر اک غلام تیرا
پیارا ہے نام تیرا

حفیظؔ جالندھری

2. نعت

دکھائی ہمیں راہ اسلام کِس نے؟ سنایا ہمیں حق کا پیغام کس نے؟

ہمارے نبیؐ نے، ہمارے نبیؐ نے

محبت کی یہ راہ کِس نے دکھائی کہ انسان سب بن گئے بھائی بھائی

ہمارے نبیؐ نے، ہمارے نبیؐ نے

مساوات کے پھول کِس نے کِھلائے اخوت کے گُل دان کِس نے سجائے

ہمارے نبیؐ نے، ہمارے نبیؐ نے

یتیموں کا دل شاد کِس نے کیا ہے غلاموں کو آزاد کِس نے کیا

ہمارے نبیؐ نے، ہمارے نبیؐ نے

ہمیں علم کا شوق کس نے دلایا جہالت کے پھندے سے کِس نے چھڑایا

ہمارے نبیؐ نے، ہمارے نبیؐ نے

ترقی کے زینے پہ کِس نے چڑھایا سبق آمیت کا کِس نے پڑھایا

ہمارے نبیؐ نے، ہمارے نبیؐ نے

3. رباعیاں

ہر چیز کا کھونا بھی بڑی دولت ہے
بے فکری سے سونا بھی بڑی دولت ہے
افلاس نے سخت موت آساں کردی
دولت کا نہ ہونا بھی بڑی دولت

امجدؔ

بندہ ہے تو بندگی پہ قائم ہوجا
مخدوم نہ بن کسی کا خادم ہوجا
مومن ہے تو ڈھونڈلے کوئی امن کی جاے
مسلم ہے تو سر جھکاکے نادم ہوجا

امجدؔ

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر
دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے جو عظمت تجھ کو
جو اہل ہیں اس کے ان کی تعظیم بھی کر

اکبرالہ آبادی

گر نیک ہے، سمجھے گا سبھی کو اچھا
بدکار تو جانے گا ہر اک کو گندا
صورت کے سوا تیری، کچھ نہیں ظاہر
ہے اپنے آئینے میں سب کا چہرا

داراشکوہ

ہم باغباں ہیں سارا ہندوستان چمن ہے
بچے ہیں اس کے ہم سب، یہ مادرِ وطن ہے
کیوں ہند کو نہ چاہیں حب وطن ہے ایمان
اس سرزمین پہ صدقے اپنا یہ جان و تن ہے

زینے پہ ترقی کے ہی چڑھتے رہنا
جب رہ ملے تو آگے بڑھتے رہنا
پڑ کر ہی کسی کام کے لائق ہوگے
بچپن کیا جوانی میں بھی پڑھتے رہنا

عادل آسیر دہلوی

جو وقت کو بے کار ہی کھوتے ہیں بہت
تعلیم سے غافل وہی ہوتے ہیں بہت
کھیلوں میں گزر جاتے ہیں جن کے اوقات
دنیا ہنستی ہے اور وہ روتے ہیں بہت

عادل آسیر دہلوی

دل میں نہ رکھوں جگہ بُرائی کے لیے
مشہور ہے یہ آئینہ صفائی کے لیے
خدمت کا مری جذبہ محدود رہے
میں کام کروں سب کی بھلائی کے لیے

عادل آسیر دہلوی

کام آتی ہے دنیا کی ہر اک مشکل میں
یہ شمع فروزاں ہے سدا محفل میں
تعلیم کی خوبیوں سے واقف نہ تھے ہم
استادوں نے احساس جگایا دل میں

ہونٹوں پہ محبت کا ترانہ رکھو
جب آگے بڑھو ساتھ زمانہ رکھو
چلتے رہو بڑھتے رہو آہستہ سہی
منزل پہ پہنچنے کا نشانہ رکھو

عادل آسیر دہلوی

پندنامہ

خوبیاں انساں کی جتنی ہیں، اگر پیدا نہ کر
تو بھی ہے انساں، پھر اس بات کا دعویٰ نہ کر

گر کسی کا عیب ہو معلوم، تو اس کو چھپا
گر کسی کا راز ہو معلوم تو افشا نہ کر

آتش افروزی کرے کوئی، کسی کا گھر جلے
ہے جو ہمدردی تجھے تو دور سے دیکھا نہ کر

پر لگا دیتی ہے راہِ عشق میں، دل کی اُمنگ
اُڑ کے منزل پر پہنچ، تقلید نقش پا نہ کر

ہاتھ کا ہے میل مال و زر، کہ آیا اور گیا
کر کے ہمت پر بھروسا، دل کو تو میلا نہ کر

جب کہ ناکامی کا باعث دست و بازوں ہوں ترے
ہے قصور اپنا، فلک کا شکوہ بے جا نہ کر

ہاتھ فوراً روک لے، باز آ، قدم پیچھے ہٹا
جب صدا آتی ہو یہ دل سے کہ دیکھ ایسا نہ کرے

بے تامل اٹھ جو نصرت کو پکارے تجھ کو قوم
وقت ایسا ہو تو کچھ سوچا کر، سمجھا نہ کر

نظم طباطبائی

ہندو مسلماں

ہندو مسلماں ہیں بھائی بھائی
تفریق کیسی، کیسی لڑائی

ہندو ہو کوئی یا ہو مسلماں
عزت کے قابل ہے بس وہ انساں
نیکی ہو جس کا کارِ نمایاں
اوروں کی مشکل ہو جس سے آساں

ہر اک سے نیکی، سب سے بھلائی
ہندو مسلماں، سب بھائی بھائی

دونوں کا مسکن ہندوستاں ہے
دو بلبلیں ہیں ایک گلستاں ہے
دونوں کا جا سود و زیاں ہے
نااتفاقی آزارِ جاں ہے

مل جل کے رہنا ہے کامرانی
ہندو مسلماں، قومیں پرانی

تلوک چند محرومؔ

نصیحت

کرے دشمنی کوئی تم سے اگر
جہاں تک بنے تم کرو درگزر

کرو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور
جلے جو کوئی، اُس کو جلنے دو اور

اگر تم سے ہو جائے سرزد قصور
تو اقرار و توبہ کرو بالضرور

بدی کی ہو جس نے تمہارے خلاف
جو چاہے معافی، تو کردو معاف

نہیں! بلکہ تم اور احساں کرو
بھلائی سے اُس کو پشیماں کرو

ہے شرمندگی اُس کے دل کا علاج
سزا اور ملامت کی کیا احتیاج

بھلائی کرو تو کرو بے غرض
غرض کی بھلائی تو ہے اِک مرض

جو محتاج مانگے تو دو تم ادھار
رہو واپسی کے نہ امید وار

جو تم کو خدا نے دیا ہے تو دو
نہ خِسّت کرو اس میں جو ہو سو ہو

اسمٰعیل میرٹھی

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے

جو عمر ہی مفت گنوئے گا
وہ آخر کو پچھتائے گا
تو کب تک دیر لگائے گا
یہ وقت بھی آخر جائے گا

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

جو موقع پاکر کھوئے گا
وہ اشکوں سے منہ دھوئے گا
اور کاٹے گا وہ روئے گا
تو غافل کب تک سوئے گا

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

یہ دنیا آخر فانی ہے
اور جان بھی اک دن جانی ہے
جب ہمت کی جولانی ہے
تو پتھر پھر پانی ہے

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

کروصبر آتا ہے اچھا زمانہ

تنے گا نہ حسرت کا اب شامیانہ
بجے گا محبت کا نقار خانہ

حمایت کا گائیں گے مل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھیں گے لیکن
چمک اپنی دکھلائیں گے اب بھلے دن

رکے گا نہ عالم ترقی کیئے بن
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبانِ قلم، سیف پر ہوگی غالب
دبیں گے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب

کہ محکومِ حق ہوگا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

ہر ایک توپ سچ کی مددگار ہوگی
خیالات کی تیز تلوار ہوگی

اسی پر فقط جیت اور ہار ہوگی
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زمانہ نسب کو نہ پوچھے گا، ہے کیا؟
مگر و صفِ ذاتی کا ڈنکا بجے گا

اسی کو بڑا سب سے مانے گی دنیا
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

بڑائی کو انسان سمجھیں گے ڈائن
تفاخر پہ ہوگی نہ قوموں میں ان بن

مشیخت کی خاطر اڑے گی نہ گردن
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

مقیّدوں کی مٹ جائے گی سب سے رقابت
مذاہب کو ہوگی تعصب سے نفرت

مگر ان کی بڑھ جائے گی اور طاقت
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

کریں سب مدد ایک کی ایک مل کر
یہی بات واجب ہے ہر مرد و زن پر

لگے ہاتھ سب کا تو اٹھ جائے چھپر
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

اسمٰعیل میرٹھی

سچ کا نغمہ

کھلا ہے جھوٹ کا بازار آؤ سچ بولیں
نہ ہو بَلا سے خریدار آؤ سچ بولیں

سکوت چھایا ہے انسانیت کی قدروں پر
یہی ہے موقعِ اظہار آؤ سچ بولیں

ہمیں گواہ بنایا ہے وقت نے اپنا
بنامِ عظمت کردار آؤ سچ بولیں

سنا ہے وقت کا حاکم بڑا ہی منصف ہے
پکار کر سرِ دربار آؤ سچ بولیں

جو وصف ہم میں نہیں کیوں کریں کسی میں تلاش
اگر ضمیر ہے بیدار آؤ سچ بولیں

چھپائے وہ کہیں چھپتے ہیں داغ چہروں کے
نظر ہے آئینہ بردار آؤ سچ بولیں

قتیلؔ جن پہ سدا پتھروں کو پیار آیا
کدھر گئے وہ گنہگار آؤ سچ بولیں

محمد عبدالحق، محبوب نگر

ادب

ادب ہی سے انسان، انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

جہاں میں ہو پیارا نہ کیوں کر ادب
کہ ہے آدمیت کا زیور ادب

نہ ہو جس کو اچھے بُرے کی تمیز
نہ وہ گھر میں پیارا نہ باہر عزیز

بٹھاتے نہیں بے ادب کو قریب
یہ سچ بات ہے 'بے ادب بے نصیب'

اسماعیل میرٹھی

کوشش کیے جاو

نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو — جہاں تک بنے کام پورا کرو
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو — طلب میں جیو جستجو میں مرو
کیے جاو کوشش مرے دوستو
اگر طاق میں تم نے رکھ دی کتاب — تو کیا دوگے کل امتحان میں جواب
نہ پڑھنے سے پڑھنا ہے بہتر جناب — کہ ہو جاؤ گے ایک دن کامیاب
کیے جاو کوشش مرے دوستو

ہمیں اسکول جانا ہے

یہ موسم ہے امنگوں کا ترنگوں کا زمانا ہے
چمن کے پھول ہیں ہم کام اپنا مسکرانا ہے
قدم جو بھی اٹھانا ہے ترقی کا اٹھانا ہے
ستاروں کی طرح اک دن فلک پر جگمگانا ہے

گلے میں ڈال کر باہیں خوشی کے گیت گانا ہے
ہمیں اسکول جانا ہے ہمیں اسکول جانا ہے

ملے آدھی اگر روٹی تو ہم آدھی ہی کھائیں گے
مصیبت جو پڑے سر پر خوشی سے جھیل جائیں گے
جو پڑھنا سیکھ جائیں گے تو اوروں کو پڑھائیں گے
جو رستے میں بھٹکتے ہیں انھیں منزل دکھائیں گے

محبت کا دیا ہر موڑ پر ہم کو جلانا ہے
ہمیں اسکول جانا ہے ہمیں اسکول جانا ہے

کہانیاں

1- ذہین سردار

2- پہلی اُڑان

3- اہمیت

4- بہادر بادشاہ

5- بُری صحبت سے بچو

6- راست بازی

7- پیشے اور کام

8- ایفائے عہد

9- قرض معاف کر دینا

10- مُلّا نصیرالدین کے کارنامے

11- غریب سخی

1- ذہین سردار

شیخ احمد بن موسیٰ عرب کے ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ ان کے سینکڑوں اونٹ تھے جن پر وہ اپنا مال لاد کر سارے عرب میں گھوم پھر کر تجارت کیا کرتے۔ وہ اپنے خادموں کو ساتھ لے کر قافلے کی شکل میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک سفر کیا کرتے اور وہ خود ہی اپنے قافلے کے سردار تھے۔ اُن کے ساتھ ہی کئی چھوٹے چھوٹے تاجر بھی اپنے اونٹوں کے ساتھ اُن ہی کے قافلے میں شامل ہو جاتے۔

شیخ صاحب ایک بردبار اور جہاں دیدہ شخص تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اصولوں کے بھی سخت تھے۔ اپنے قافلے میں شامل دیگر مسافرین کے جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ شیخ صاحب کا قافلہ جو سینکڑوں مسافرین اور اونٹوں پر مشتمل تھا، ایک طویل سفر پر نکلا۔ ایک صبح اچانک ایک مسافر چلّاتے ہوئے شیخ صاحب کے خیمے میں داخل ہوا۔ شیخ صاحب نے اُس کے چلّانے کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا کہ اس کی اشرفیوں کی تھیلی جو اُس نے اپنے سامان میں چھپا کر رکھی تھی غائب ہو گئی ہے۔ رات میں سونے سے پہلے اُس مسافر نے اپنی تھیلی محفوظ رکھی تھی لیکن صبح جب مسافر کی آنکھ کھلی تو تھیلی موجود نہیں تھی۔ مسافر پریشان تھا کہ سینکڑوں لوگوں میں چور کو کس طرح تلاش کرے لیکن شیخ صاحب نے سنجیدگی سے مسافر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " فکر مت کرو، تمہارے کھوئے ہوئے مال کو واپس دلانے کی ذمہ داری ہماری ہے"۔ اُس دن صبح شیخ صاحب نے اعلان کر دیا کہ جب تک اُس مسافر کی اشرفیوں بھری تھیلی نہیں مل جاتی، قافلہ آگے نہیں بڑھے گا۔

شیخ صاحب اپنے خچر پر سوار ہو کر قافلے سے کہیں دور نکل گئے۔ کافی دیر تک نہ آنے پر مسافرین پریشان رہا۔ کافی دیر کے بعد شیخ صاحب اپنے خچر پر سوار قافلے کی طرف لوٹ آئے اور معہ خچر کے اپنے خیمے میں داخل ہو گئے اور خیمے کے پردے گرا دیئے۔

کچھ دیر بعد شیخ صاحب نے خیمے سے باہر آ کر تمام قافلے والوں کو ایک قطار میں کھڑا کیا اور کہا کہ ایک ایک مسافر خیمے میں داخل ہو کر خچر کی دم پکڑ لے۔ دم پکڑنے پر خچر کوئی آواز نہیں کرے گا لیکن جیسے ہی چور دم پکڑے گا خچر زور زور سے چلانا شروع کر دے گا۔ یہ خچر بہت ہی ذہین اور کچھ مخصوص خصوصیات کا حامل ہے۔ یکے بعد دیگرے تمام مسافرین اُس خیمے میں داخل ہوئے جہاں خچر بندھا ہوا تھا اور خچر کی دم پکڑ کر واپس آ گئے۔ تمام مسافرین اس امتحان سے گذر چکے لیکن خچر نے کسی قسم کی آواز نہیں کی یہ دیکھ کر مسافر اور پریشان ہو گیا لیکن شخص صاحب بالکل خاموش کھڑے تھے۔ تمام مسافرین کو پھر قطار میں کھڑا کر کے شیخ صاحب نے اُن سب کی ہتھیلیوں کو باری باری سے غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ آخر کار اچانک شیخ صاحب نے ایک آدمی کو قطار سے کھینچ کر باہر نکالا اور کہا کہ یہی شخص چور ہے۔ اس کو گرفتار کر لو۔ اُس آدمی نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن سختی برتنے پر اپنا جرم قبول کر لیا اور معافی مانگنے لگا۔ مسافر کی اشرفیوں بھری تھیلی جو اُس نے کچھ دور ریت میں چھپائی تھی لا کر شیخ صاحب کے حوالے کر دی۔ مسافر تھیلی پا کر بہت خوش ہوا لیکن وہ حیران تھا کہ شیخ صاحب نے چور کی شناخت کس طرح کی جب کہ خچر نے بھی کسی قسم کی آواز نہیں نکالی۔ سفر کے دوران شیخ صاحب نے پہلے تو وہ راز نہیں بتایا۔

جب مسافر اپنے وطن جانے لگا تو اس نے اصرار کیا کہ اب تو بتائیں۔ آپ نے چور کو کس طرح پہچان لیا۔ شیخ صاحب نے رازداری کا وعدہ لے کر بتایا کہ میرے خچر میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ وہ چور کے ہاتھ لگاتے ہی چلانے لگے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے جنگل سے ایک خوشبودار پتہ لا کر اُس کا عرق خچر کی دم پر لگا دیا تھا۔ تمام لوگوں نے خچر کی دم کو چھوا مگر چور نے نہیں۔ جب تمام لوگ قطار میں کھڑے ہوئے تب میں نے اُن سب کے ہاتھوں کو سونگھ کر دیکھا۔ سب کے ہاتھوں میں خوشبو محسوس ہوئی۔ سوائے چور کے۔ چور نے یہ سوچ کر دُم کو ہاتھ نہیں لگایا کہ اُس کے ہاتھ لگاتے ہی خچر چلائے گا اور چوری کا راز فاش ہو جائے گا۔ اس لئے اس کے ہاتھ میں پتے کے عرق کی بو محسوس نہیں ہوئی۔ اس طرح میں نے چور کو پکڑ لیا۔

2- پہلی اُڑان

چڑیا کے گھونسلے سے ایک بچے کی آواز آرہی تھی ۔ چڑیا جب دانوں پر چونچ مارتی تو ایک دو دانوں سے زیادہ نہ لیتی اور فوراً گھونسلے کا رخ کرتی ۔ وہاں اس کے پہنچتے ہی بچے کا شور شروع ہوجاتا۔ایک دو سیکنڈ کے بعد پھر آتی اور دانہ لے کر اُڑ جاتی ۔ایک مرتبہ میں نے گِنا تو ایک منٹ کے اندر سات بار آئی گئی ۔

ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ چڑیا گھونسلے سے اُڑتی ہوئی اتری تو اس کے ساتھ اس کا بچہ نیچے گر گیا۔ چڑیا بار بار اس کے پاس جاتی اور اُڑنے کا اشارہ کرکے اوپر کی طرف اُڑنے لگتی لیکن وہ پَر پھیلائے، آنکھیں بند کئے بے حس وحرکت پڑا تھا۔ میں نے اُسے اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا ابھی پَر پوری طرح بڑھے نہیں ہیں ۔گرنے کی چوٹ کا اثر بھی تازہ ہے اور اس نے بے حال کردیا ہے۔ بہر حال اُسے اٹھا کر دری پر رکھ دیا۔۔

چڑیا چاول کے دانے چُن چُن کر منہ میں لیتی اور اُسے کھلا دیتی ۔ وہ منہ کھولتے ہوئے چوں چوں کی ایک مدھم اور اُکھڑی سی آواز نکال دیتا اور پھر آنکھیں بند کئے پڑا رہتا۔ پورا دن اسی حالت میں نکل گیا۔ دوسرے دن بھی اس کی حالت ویسی ہی رہی ۔ ماں صبح سے شام تک برابر اُڑنے کی تلقین کرتی رہی مگر اس پر کچھ ایسی مردنی چھا گئی تھی کہ کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔ میرا خیال تھا اب یہ بچے گا نہیں ۔

تیسرے دن ایک عجیب بات ہوئی ۔ دھوپ کی لکیر کمرے کے اندر دور تک چلی گئی تھی ۔ یہ اس میں جا کر کھڑا ہوگیا۔ پَر گرے ہوئے، پاؤں مڑے ہوء، آنکھیں بند۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آنکھیں کھول کر ایک جُھر جُھری سی لے رہا ہے۔ پھر گردن آگے کرکے فضا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر گرے ہوئے پَروں کو سکیڑ کر ایک دو مرتبہ کھولا، بند کیا اور پھر جو ایک مرتبہ جست لگا کر اُڑا تو تیر کی طرح میدان میں جا پہنچا اور ہوائی جہاز کی طرف نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ منظر بڑا عجیب تھا۔ کہاں تو یہ بے حالی کہ دو دن تک ماں سر کھپاتی رہی مگر زمین سے بالشت بھر اونچا نہ ہوسکا اور کہاں یہ جوش کہ پہلی ہی اُڑان میں فضا میں گم ہوگیا۔

دراصل اس چڑیا کے بچے میں اُڑنے کی صلاحیت تھی مگر وہ اس سے بے خبر تھا۔ ماں بار بار اُڑنے کے لئے اشارہ کرتی تھی مگر اس کے اندر کا چولہا کچھ اس طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا کہ باہر کی کوئی گرمی بھی اسے گرم نہیں

کرسکتی تھی لیکن جوں ہی اسے اس بات کا علم ہوا کہ ”میں اُڑنے والا پرندہ ہوں“ وہی جسم جو ہل نہیں سکتا تھا اب سروقد کھڑا تھا۔ وہی کانپتے ہوئے گھٹنے جو جسم کا بوجھ بھی سہار نہیں سکتے تھے اب تن کر سیدھے ہو گئے۔ وہی گرے ہوئے پر جن میں زندگی کی کوئی تڑپ دکھائی نہ دیتی تھی، اب سمٹ سمٹ کر اپنے آپ کو تولنے لگے تھے۔ پرواز کی تڑپ نے اس کا پورا جسم ہلا کر اچھال دیا۔

ٹھیک اسی طرح جب تک انسان کو اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں کا احساس نہیں ہوتا، اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی لیکن جوں ہی اسے اپنی حقیقت کا علم ہو جاتا ہے وہ ایک ہی جست میں آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔

3- اہمیت

ایاز............سلطان محمود غزنوی کا چہیتا اور بے حد لاڈلا غلام تھا۔ سلطان اسے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتا تھا۔ درباری امرا اور وزرائے سلطنت، ایاز سے ہر وقت خار کھاتے اور حسد کرتے اور جلتے کڑھتے رہتے تھے کہ کیوں سلطان اس غلام پر اتنا مہربان ہے۔

ہر وقت یہ لوگ کسی نہ کسی سازش میں مصروف رہتے کہ کسی طرح ایاز کو سلطان کی نظروں سے گرا دیا جائے تاکہ اس پر سلطان کی مہربانیاں ختم ہو جائیں۔ اس کے لئے وہ خوشامد، چغل خوری، غیبت، ہر حربہ آزماتے لیکن سلطان چوں کہ ان کے عزائم سے آگاہ تھا اس لئے ان کی کسی بات پر کان نہ دھرتا۔

پھر ایک ایسا موقع آیا کہ ان حاسد امرا کی بن آئی اور ایاز کا پتہ صاف ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ اس موقع پر ان مخالفوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ سلطان کو ایاز کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور کر دیں۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک روز دربار عام میں سلطان نے ایک بے حد قیمتی ہیرا طشتری میں رکھ کر ایک غلام کو دیا اور کہا کہ اسے عین درمیان میں رکھ دو۔ غلام نے وہ جگمگ کرتا ہیرا دربار کے بیچوں بیچ رکھ دیا تاکہ سب درباریوں کو آسانی سے نظر آتا رہے۔ اس کے بعد سلطان نے ایک وزیر کو حکم دیا ”اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو“۔

وزیر سمجھ گیا کہ سلطان ان سب کی آزمائش کر رہا ہے۔ اس نے اپنی وفاداری بگھارتے ہوئے کہا ”توبہ

توبہ سلطان عالی، میں بھلا ایسی گستاخی کرسکتا ہوں کہ آپ کا اتنا قیمتی ہیرا ضائع کردوں۔ مجھے معاف رکھیئے''۔

سلطان مسکرایا اور دوسرے وزیر کی طرف دیکھا ''اسے توڑ دو''۔

وزیر نے خوشامد سے کہا ''میں بھی اس کی جرأت نہیں کرسکتا سلطان معظم، یہ نادر ہیرا آپ کے تاج کی زینت بننے کے قابل ہے اور آپ اس غلام کو اسے توڑنے کا حکم دے رہے ہیں''۔

سلطان نے مسکرا کر سر ہلا کر کہا ''بیٹھ جاؤ''۔

پھر سلطان نے تیسرے مصاحب کو حکم دیا ''اس ہیرے کو توڑ ڈالو''۔

اس نے بھی معذرت کی ''معاف فرمائے گا عالی جاہ، میں اس گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتا''۔

سلطان نے مسکرا کر اسے بھی بیٹھ جانے کو کہا۔ باری باری سلطان نے تمام وزراء، مصاحبوں اور امراء کو ہیرا توڑنے کا حکم دیا مگر سب نے ہیرے کی قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے اس کے بیش قیمت اور نایاب ہونے کے باعث اسے توڑنے سے انکار کردیا۔ ہر ایک اپنی خوشامد اور چاپلوسی سے سلطان کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے چکر میں تھا۔ سب سے آخر میں سلطان نے ایاز کو حکم دیا ''ایاز، یہ ہیرا توڑ دو''۔

''جو حکم آقا'' یہ کہہ کر ایاز نے ہیرے کو طشتری سے اٹھایا۔ فرش پر رکھا اور خنجر کے دستے کی چند ضربوں سے اسے پاش پاش کردیا۔

سلطان کے چہرے پر سنجیدگی گہری ہوگئی۔ مسکراہٹ کافور ہوگئی۔ وہ بڑی گہری نظروں سے ایاز کو دیکھ رہا تھا۔ درباریوں نے سلطان کے چہرے کو دیکھا تو دل میں لڈو پھوٹنے لگے کہ آج ایاز کی شامت آگئی۔

''ایاز۔ یہ تم نے کیا کیا؟'' سلطان نے گرج کر کہا۔

ایاز نے کھڑے ہوکر ادب سے کہا ''سلطان و آقا'' آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے''۔

''لیکن تم نے اس قدر قیمتی ہیرا جسے میرا کوئی وزیر یا امیر توڑنے پر راضی نہ ہوا، لمحوں میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا''۔

ایاز ہاتھ باندھ کر عرض کیا ''میرے آقا، ان کی نظر میں ہیرا اہم تھا۔ میری نظر میں آپ کا حکم اہم تھا، میں کیسے انکار کردیتا''۔

سلطان نے بے اختیار کہا" مرحبا ایاز، مرحبا"۔
درباریوں کے زرد چہروں پر شرمندگی ڈھول اڑا رہی تھی۔ سلطان نے طنز بھری مسکراہٹ سے ان کو دیکھا اور کہا" دیکھا تم نے، یہ وہ فرق ہے جو ایاز کو تم سے ممتاز کرتا ہے"۔
درباری سوائے سر جھکانے کے اور کیا کر سکتے تھے اور وہ پہلے ہی جھکے ہوئے تھے۔

4 بہادر بادشاہ

بہت پہلے کی بات ہے افغانستان کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کا نام فرغنہ تھا۔ فرغنہ کے حاکم کے ایک بیٹے کا نام ظہیر الدین بابر تھا۔ بابر ابھی گیارہ برس ہی کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اتنی سی عمر میں حکومت کی ذمہ داری بابر پر آ پڑی۔ رشتہ داروں نے بابر سے حکومت چھیننے کی کوشش کی۔ بابر نے ہمت اور بہادری سے مشکل حالات کا مقابلہ کیا اور ایک طاقتور بادشاہ بن گئے۔

بابر بہت بہادر اور بہترین گھڑ سوار تھے۔ انھیں سیر و تفریح کا بہت شوق تھا۔ وہ تیراکی میں بھی ماہر تھے۔ بابر سفر کے دوران بڑی بڑی دریاؤں کو آسانی سے تیر کر پار کر لیا کرتے تھے۔ ایک بار بابر کو خواہش ہوئی کہ ہندوستان کا رخ کیا جائے۔ فوج کو تیار کیا اور روانہ ہو گئے۔ ہندوستان میں داخل ہوتے ہی بابر کو ملک کی سب سے بڑی طاقتور فوج کا سامنا کرنا پڑا۔ دونوں فوجوں کے بیچ جنگ شروع ہو گئی۔ بابر نے اپنی چھوٹی سی فوج سے ہندوستان کے بادشاہ ابراہیم لودھی کو شکست دی۔ اس طرح بابر نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔

بابر نے ہندوستان میں بہت سی جنگیں لڑیں۔ ایک دفعہ بابر کا مقابلہ راجپوتوں سے ہوا۔ راجپوت بہت طاقتور تھے۔ ان کو ہرانا آسان نہ تھا۔ راجپوت فوج، بابر کی فوج سے بہت زیادہ تھی۔ ایسے نازک موقع پر بابر نے اللہ سے دعا کی اور اپنی فوج کے سامنے زوردار تقریر کی۔

بابر نے کہا" ہم اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آج کے بعد نہ شراب پئیں گے اور نہ داڑھی منڈائیں گے۔

دونوں فوجوں کے بیچ زبردست مقابلہ ہوا۔آخر میں اللہ کی مدد سے بابر کی جیت ہوئی۔بادشاہ ہونے کے باوجود بابر بہت سادہ مزاج اور رحم دل تھے۔

وہ ایک سچے مسلمان تھے اور جھوٹ سے سخت نفرت کرتے تھے۔جب بھی کوئی کام شروع کرتے تو پہلے اللہ سے دعا ضرور کرتے۔

ہندوستان کو خوب صورت بنانے میں بابر کا بہت بڑا حصہ ہے۔انھوں نے یہاں خوب صورت محل تعمیر کرائے۔عالی شان مسجدیں بنوائیں۔بابر کو باغبانی کا بہت شوق اور تجربہ تھا۔انھوں نے بہت سے باغات لگوائے۔بابر نے ہندوستان پر چار سال حکومت کی۔

بابر کی اولاد میں آگے چل کر ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب جیسے بڑے بڑے بادشاہوں نے

5- بُری صحبت سے بچو

فاطمہ اور اس کے والدین کی زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی کہ لیبیا پر ایک ناگہانی آفت نازل ہوئی۔ہوا یہ کہ انگریزوں کی شہ پاکر پڑوسی ملک اٹلی نے لیبیا پر حملہ کر دیا۔لیبیا کے عرب قبائل آخری دم تک دشمن کا مقابلہ کرنے کا عزم کرکے اپنے مورچوں میں جاڈٹے۔مرد تو مرد عورتوں اور بچوں تک نے اس جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔عورتوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام سنبھال لیا اور بعض بچے زخمی مجاہدین کو پانی پلانے لگے۔ان پانی پلانے والے بچوں میں ایک بچی فاطمہ بنت عبداللہ بھی شامل تھی۔وہ اپنا چھوٹا سا مشکیزہ کمر پر ڈالے بڑی ذمے داری سے اپنا فرض انجام دے رہی تھی۔اس کے سر کے بال گرد سے اٹ گئے تھے، لباس خون آلود ہو گیا تھا۔اس کے معصوم چہرے پر دھویں اور پسینے کی تہ جم گئی تھی مگر وہ توپوں کی گھن گرج اور گولیوں کی بوچھار سے بے پروا ہر جگہ زخمی مجاہدین کو پانی پلانے پہنچ جاتی تھی۔

ایک دن دشمن نے اپنی تازہ دم فوج سے مجاہدین پر حملہ کیا مگر عرب مجاہدین نے نہ صرف اس حملے کو روکا بلکہ اس زور کا جوابی حملہ کیا کہ دشمن کے پیر اُکھڑنے لگے۔عربوں کی اس بہادری نے ایک ترک فوج افسر احمد نوری

بیگ کو ایسا جوش دلایا کہ وہ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا اس کے توپ خانے تک جا پہنچا۔ چوں کہ اس کے ساتھ چند ہی جیالے مجاہد تھے اس لئے دشمنوں نے پلٹ کر انھیں گھیر لیا اور ان میں سے چار کو زخمی کر دیا۔ باقی لوگ دشمن کا گھیرا توڑ کر نکل آئے اور اپنے لشکر سے آ ملے۔ فاطمہ بھی بہادرانہ جوش میں مجاہدوں کیساتھ ساتھ وہاں تک جا پہنچی تھی۔ وہ دشمنوں کی موجودگی ہی میں مجاہدین کو پانی پلانے آگے بڑھی۔ اسے آگے بڑھتے دیکھ کر ایک سپاہی نے اُس کا مشکیزہ چھین لیا۔ فاطمہ نے لاکھ کوشش کی کہ فوجی سے مشکیزہ واپس چھین لے مگر کہاں ایک طاقت ور فوجی اور کہاں یہ معصوم بچی۔ بالاخر فاطمہ کو ایک ترکیب سوجھی۔ اُس نے قریب پڑے ہوئے ایک فوجی کی لاش کے پہلو سے تلوار نکال کر اس پھرتی سے اُس فوجی کے ہاتھ پر ماری کہ ہاتھ کٹ کر دور جا گرا۔ دوسرے ہی لمحے مشکیزہ فاطمہ کے کندھے پر تھا اور وہ زخمیوں کو پانی پلانے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی لیکن اس سے پہلے کہ مشکیزہ ایک زخمی مجاہد کے منہ سے لگاتی کسی بزدل دشمن سپاہی کے طمنچے سے گولی نکلی اور فاطمہ بنت عبداللہ تڑپ کر زمین پر آ رہی۔

مجاہدین جب دشمن کو دھکیلتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ چار شہید مجاہدوں کے درمیان ایک معصوم بچی دوسروں کو پانی پلاتے ہوئے خود جام شہادت نوش کر چکی ہے۔ وہ اب بھی مشکیزے کا منہ اس طرح تھامے ہوئے تھی گویا کہ کہہ رہی ہو کہ دیکھو میں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنا فرض پورا کیا ہے۔

فاطمہ بنت عبداللہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کے والد عبداللہ طرابلس یعنی لیبیا کے ایک عرب قبیلے کے سردار تھے۔ وہ نہایت نیک اور بہادر انسان تھے۔ فاطمہ کی والدہ بھی ایک دین دار خاتون تھیں۔ اپنے نیک والدین کی تربیت میں رہ کر فاطمہ ایسی اچھی عادتوں کی مالک بن گئی تھی کہ قبیلے کے سارے لوگ اس کی تعریف کرتے تھے۔

آج لیبیا ہی میں نہیں ساری اسلامی دنیا میں فاطمہ بنت عبداللہ کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس پر ایک بہت اچھی نظم لکھی جس کا پہلا شعر یہ ہے

6- راست بازی

بچو! ہر بات اور ہر کام میں سچائی کا خیال رکھنے کو راست بازی کہتے ہیں۔ راست باز آدمی سے خدا خوش ہوتا ہے۔ سب لوگ اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ بہت سی آفتوں سے بچا رہتا ہے۔ اس بارے میں ہم تمھیں ایک قصہ سناتے ہیں۔

حجاج بن یوسف ایک بڑا ظالم و بے رحم حاکم تھا۔ ایک دفعہ اس نے چند آدمیوں کے قتل کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ''امیر! میرا تجھ پر ایک حق ہے اس کے بدلے مجھے رہائی ملنی چاہیئے''۔ حجاج نے کہا وہ کیا ہے۔ قیدی نے کہا ''ایک دفعہ چند آدمی آپ کی بُرائی کر رہے تھے جنھیں میں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ حاکم وقت کی غیبت کرنا گناہ ہے''۔ حجاج نے پوچھا ''کوئی گواہ بھی ہے''۔ اس پر قیدی نے ایک دوسرے قیدی کا نام لیا جو اس کے ساتھ مارا جانے والا تھا۔ چناں چہ اس نے بھی اس بات کی تصدیق کی جس پر حجاج نے کہا ''اگر یہ بات سچ ہے تو تو نے اُسے کیوں نہ روکا۔ قیدی نے جواب دیا ''میرا دل آپ سے ناراض تھا میں کیوں روکتا''۔ یہ سن کر حجاج نے دونوں کو چھوڑ دیا کہ پہلا تو اپنے حق کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے اور دوسرا اپنی سچائی کی بناء پر۔

حضرت امام بخاریؒ فن حدیث کے ایک بڑے عالم گذرے ہیں۔ آپ حدیث کی طلب میں ایک محدث کے پاس پہنچے جن کا گھوڑا بھاگ گیا تھا۔ اتفاقاً یہ محدث اس کے پکڑنے کے لئے دوڑے اور گھوڑے کو خالی توبڑا دکھلایا تا کہ گھوڑا دھوکے میں چلا آئے۔ چناں چہ اس ترکیب سے اس کو پکڑ لیا۔ امام بخاریؒ نے یہ حال دیکھا تو فوراً واپس ہوگئے اور فرمایا ''میں ایسے شخص سے حدیث لینا پسند نہیں کرتا جو جانوروں کو دھوکا دینا روا رکھے'' چوں کہ اس محدث نے گھوڑے کو غلط باور کرایا تھا اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے ان کا اعتبار نہیں کیا اور نہ اُن سے حدیث لی۔ اسی طرح جو لوگ مکر و فریب کرتے یا لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔

پیارے بچو! تم کو معلوم ہو گیا کہ راست بازی کی بدولت بڑی بڑی آفتیں ٹل جاتی ہیں اور مکر و فریب کی وجہ سے آدمی کا اعتبار جاتا رہتا ہے۔ اس لئے تم ہر ایک کام راست بازی سے کیا کرو۔

راستی سیدھی سڑک ہے جس میں کچھ کھٹکا نہیں
کوئی راہبر و آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں

7- پیشے اور کام

حارث اپنے ابّو امّی کے ساتھ شہر میں رہتا ہے جونہی چھٹیاں ہوئیں وہ اپنے ماموں کے ساتھ گاؤں سیر کرنے کے لئے گیا۔اُس نے ماموں سے پوچھا'' گاؤں میں لوگ اپنی روزی کیسے کماتے ہیں؟''ماموں: پیسے کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرنا پڑتا ہے اسے پیشہ کہتے ہیں۔گاؤں میں زیادہ تر لوگ کھیتوں میں فصلیں اگاتے ہیں۔ بڑھئی ان کے لئے لکڑی سے ہل بناتا ہے۔لوہار کھرپا، درانتی، کسی اور کلہاڑی وغیرہ بناتا ہے۔ موچی جوتے بناتا ہے۔یہ سب لوگ ان کاموں سے روزی کماتے ہیں۔

حارث: کیا یہ سب ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔

ماموں: ہاں یہ سب ہاتھ سے کام کرکے لوگوں کیلئے چیزیں بناتے ہیں۔اس لئے یہ تھوڑی چیزیں بناسکتے ہیں۔

حارث نے پاس ہی کھیتوں میں ایک کسان کو کام کرتے دیکھ کر پوچھا ''یہ آدمی کیا کررہا ہے؟''

ماموں: بیٹا! یہ کھیتوں میں ہل چلا رہا ہے اور جس مشین سے ہل چل رہا ہے اسے ٹریکٹر کہتے ہیں۔

حارث: یہ تو بڑی تیزی سے کام کررہا ہے۔

ماموں: ہاں بیٹا جب تک ٹریکٹر کا استعمال عام نہیں ہوا تھا لوگ بیلوں کی جوڑی سے ہل چلاتے تھے۔ایک کسان سارے دن میں مشکل سے ایک ایکڑ میں ہل چلا پاتا تھا لیکن اب دن میں بہت سے کھیتوں میں ہل چلا لیتا ہے۔

حارث: ماموں شہروں میں لوگ کیسے کام کرتے ہیں۔

ماموں: شہروں میں دیہات کے مقابلے میں آبادی بہت زیادہ ہوتی ہے اور لوگوں کی ضروریات بھی زیادہ ہوتی ہیں۔اسی لحاظ سے پیشے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔سائنس کی ترقی کی وجہ سے وہ اکیلے کام کرنے کی بجائے کارخانوں میں مشینوں پر کام کرتے ہیں اور بہت زیادہ چیزیں بناتے ہیں۔

پہلے جولاہا گاؤں میں کھڈی پر کپڑا بنتا تھا۔اب وہ شہر میں کسی کپڑا بنانے والی فیکٹری میں کام کرتا ہے۔آپ کے ابّو بھی تو انجینئر ہیں جو کپڑا بنانے والے کارخانے میں کام کرتے ہیں۔آپ کی امّی بھی ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں جو مریضوں کے علاج میں مشین بھی استعمال کرتی ہیں۔

حارث: ماموں جان! میں بھی بڑا ہو کر ابّو کی طرح انجینئر بن کر ملک کی خدمت کروں گا۔

8- ایفائے عہد

بچوں! وعدے کے پورا کرنے کو ایفائے عہد کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ”اے مسلمانو! جب ایک دوسرے سے کوئی وعدہ کرو تو اُس کو پورا کرو“۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے ”تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا“۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے۔ وعدہ پورا کرو بے شک وعدے کی باز پرس کی جائے گی“۔ حدیث شریف میں ہے ”جو شخص وعدہ کا پابند نہیں وہ دیندار نہیں“۔ قرآن کریم کے احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدے کا پورا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور جو شخص وعدہ کرکے اس کو پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دیتا ہے اور جو شخص وعدہ کر کے اُس کو پورا نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے باز پُرس فرمائے گا۔

بچو! آج ہم تم کو ایفائے عہد سے متعلق چند قصّے سناتے ہیں۔

(۱)

ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ کھڑا کر کے یہ کہا کہ آپؐ ذرا ٹھیریئے میں ابھی آتا ہوں وہ جا کر بھول گیا۔ آپؐ تین دن تک اسی جگہ کھڑے رہے۔ اس کو جب یاد آیا بھاگا ہوا آیا۔ بہت معذرت کی۔

بچو! آنحضرتؐ تین دن تک حسب وعدہ اسی جگہ کھڑے رہے مگر آپؐ نے وہاں سے ہٹنا پسند نہ فرمایا۔

(۲)

کعب بن زبیر مکے کا زبردست شاعر اپنی جادو بیان رجز خوانی سے عرب کے قبیلوں کو اسلام کی مخالفت میں بھڑکا کر مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچا تا تھا۔ آنحضرتؐ کے اخلاق و عادات سے متاثر ہو کر نادم ہوا مگر اپنی ناشائستہ حرکات کی وجہ سے حاضر ہونے کی ہمت نہ کر سکا۔ آخر ایک روز جب کہ آنحضرتؐ مسجد نبوی میں وعظ فرما رہے تھے وہ بھیس بدل کر آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ اگر میں کعب کو حاضر کروں تو کیا اُسے حضرت معاف فرما دیں گے، فرمایا ”ہاں“ عرض کیا میں ہی کعب بن زبیر ہوں، مسلمان اس کی حرکات سے بہت ناراض تھے چاہا کہ اسے قتل کر دیں مگر آنحضرتؐ نے منع فرمایا اور کہا کہ میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں ہاتھ روک لو۔

بچو! آنحضرتؐ نے کعب بن زبیر جیسے دشمن اسلام کو جسے مسلمان قتل کر دینا چاہتے تھے۔ قتل سے بچا لیا کیوں کہ

آپؐ اس کی جان بخشی کا وعدہ فرما چکے تھے۔

(۳)

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان صلح نامہ مرتب ہو رہا تھا۔ اُس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ''اگر قریش کا کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے طلب کرنے پر اُس شخص کو واپس کر دیں گے لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش سے جا ملے تو قریش اس کو واپس نہ کریں گے''۔ صلح نامہ کی اس شرط کے متعلق قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا۔ ابھی صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا دونوں طرف سے صلح نامہ پر دستخط تک نہ ہوئے تھے کہ ایک صحابی جن کا نام ابو جندل ہے مکے سے پابز نجیر بھاگ آئے اور لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ قریش کے نمائندے نے ابو جندل کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آنحضرتؐ کے حکم سے ابو جندل قریش کے سپرد کر دیئے گئے۔ قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں ان کی مشکیں باندھیں۔ پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔

پیارہ بچو! آنحضرتؐ کے اس ایفائے عہد کی مثال پر غور کرو کہ ابھی صلح نامہ تحریر میں نہیں آیا ہے۔ اسلام کے شیدائی ابو جندل لشکر اسلام کی پناہ میں آ گئے ہیں مگر آنحضرتؐ ان کو قریش کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اگر آپؐ ان کو قریش کے حوالے نہ کرتے تو کوئی قانونی گرفت نہ تھی کیوں کہ ابھی صلح نامہ تحریر میں نہیں آیا تھا لیکن آپؐ نے اس قسم کی وعدہ خلافی کو بھی پسند نہ فرمایا۔

بچو! وعدہ پورا کرنے والے شخص کا سب اعتبار کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ جو شخص وعدہ خلافی کرتا ہے اس کا کوئی بھی اعتبار نہیں کرتا۔ لوگوں میں اس کی رسوائی اور ذلت ہوتی ہے۔ اس لئے تم جب کوئی وعدہ کرو تو اس کو ضرور پورا کرو۔ کبھی کوئی ایسا وعدہ نہ کرو جس کے پورا کرنے کی تم میں طاقت نہ ہو۔

9- قرض معاف کردینا

سکندر لودی ہندوستان کا ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ وہ خود بہت نیک تھا اور بزرگوں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اسی کے دورِ حکومت میں زین الدین نامی ایک بہت ہی خدا رسیدہ بزرگ گزرے ہیں۔ وہ بہت بڑے رئیس تھے۔ ان کی فیاضی، نیک نفسی، تقویٰ اور عبادت گزاری کے سبب سلطان اُن کی قدر کرتا تھا۔ وہ اپنے معمولات کے سختی سے پابند تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ جمعہ کا دن تھا، ان کو بلانے کے لئے سلطان نے پے در پے تین ہرکارے بھیجے مگر انھوں نے اپنے معمولات کو چھوڑ کر جانا گوارا نہ کیا۔ درباریوں نے سلطان کو بھڑکانا چاہا۔ بولے "اُن کے مزاج میں بہت غرور ہے۔ جہاں پناہ نے تین بار طلب کیا، پھر بھی نہ آئے"۔

بادشاہ نے کہا "مجھے خیال نہیں رہا۔ جمعہ کو وہ اپنے معمول کے مطابق کہیں نہیں جاتے۔ کوئی بات نہیں، جب فرصت ملے گی آجائیں گے"۔

سلطان کی فات کے بعد وہ معزول کر دیئے گئے۔ اب تو ساری دولت و ثروت ختم ہوگئی۔ وہ مفلس و تنگ دست ہوگئے۔ پھر بھی دریا دلی نہ گئی۔ ایک دن انھوں نے بہت سے کاغذات نکال کر چاک کئے اور ملازم سے کہا کہ اُن پھٹے ہوئے کاغذوں کو اتنا دھو ڈالو کہ اُن پر لکھی ہوئی عبارت باقی نہ رہے۔ ملازم کاغذات دھو رہا تھا کہ ایک مصاحب آگئے، دھونے کا سبب پوچھا تو بولے "دولت و ثروت کے زمانے میں بہت سے شرفا نے مجھ سے روپے قرض لئے تھے۔ دیتے وقت میرا ارادہ واپس لینے کا نہ تھا مگر ان لوگوں نے خواہ مخواہ دستاویزیں لکھ کر بھیج دیں۔ یہ وہی دستاویزیں ہیں جنھیں میں نے اس وجہ سے چاک کر ڈالا کہ کہیں تنگ دستی کے سبب یہ رقم واپس لینے کا خیال نہ پیدا ہوجائے یا میرے مرنے کے بعد میرے ورثاء اس کی واپسی کا دعویٰ نہ کردیں"۔

قرضے کی یہ رقم دو تین لاکھ روپے کے قریب تھی مگر اس خدا رسیدہ بزرگ نے تنگ دستی کے باوجود اُسے نہ صرف واپس لینے سے گریز کیا بلکہ آئندہ اُس کی واپسی کا راستہ تک بند کردیا۔

10- ملانصیرالدین کے کارنامے

کہتے ہیں ایک کنجوس حاکم نے جومُلاّ نصیرالدین کے شہر کا تھامُلاّ سے کہا'' میں نے سنا ہے کہ تمھیں شکار کھیلنے کا بہت شوق ہے۔اس لئے ایک شکاری کتا میرے لئے لاؤ''۔مُلاّ نے وعدہ کرلیا۔کچھ دنو بعد ملا ایک نہایت مضبوط اورطاقت ورکتاّ لے کرکنجوس حاکم کے پاس پہنچے۔حاکم نے پوچھا'' یہ کیالائے ہو؟''

ملانے جواب دیا'' آپ ہی نے یہ چیز طلب کی تھی''۔حاکم نے کہا'' مجھے دبلی کمر والا شکاری کتاّ چاہئے اورتم چوکیداری کا کتاّ لے آئے ہو''۔

مُلاّ جی بولے'' حضوراطمینان رکھئے ایک ہفتہ آپ کے یہاں رہ گیاتواس کی کمردبلی ہوجائے گی''۔

مُلاّ نصیرالدین ایک حکیم کے پاس گئے اوراپنی نبض دکھاکر پوچھا'' مجھے کیا بیماری ہے''۔حکیم نے کہا''تمھیں بھوک کی بیماری ہے۔اب چوں کہ دوپہر کاوقت ہے اسلئے آؤ ہم دونوں ایک ساتھ کھانا کھائیں''۔کھانا کھاچکنے کے بعدمُلاّ نے میرے گھر میں کچھ اورآدمی اسی مرض میں مبتلا ہیں اور چوں کہ آپ علاج بھی فوراً کردیتے ہیں اس لئے ان سب کوآپ کے پاس بھیج دیتا ہوں''۔

مُلاّ نصیرالدین ایک ایسے دیہات میں گئے جہاں انھیں وئی نہیں جانتا تھا۔وہاں ایک حمام میں پہنچے۔ جب وہاں کے ملازمین نے انھیں معمولی کپڑوں میں دیکھاتوکوئی توجہ نہیں دی۔ایک پھٹا ہواتولیہ اورصابن کا ایک ٹکڑادے دیا۔اُن کی کوئی خدمت نہ کی۔تاہم حمام سے نکلتے وقت مُلاّ نے دونوں ملازمین کوایک ایک سونے کاسکّہ دے دیا۔وہ دونوں ملازمین حیران رہ گئے اورمُلاّ کے میلے کپڑوں سے دھوکہ کھا جانے پراپنے آپ کو کوسنے لگے۔آئندہ ہفتے مُلاّ پھراُس حمام میں گئے۔اس دفعہ حمام کے ملازمین مُلاّ کو بڑی عزت وتوقیر کے ساتھ اندرلائے۔نیاتولیہ اورخوشبودارصابن دیااورملا کی خوب اچھی طرح مالش کی اورانھیں نہلایا۔پھرسونے کے سکّے کی امیدیں لے کرکھڑے ہوگئےلیکن اس دفعہ مُلاّ نے صرف کانسے کا ایک ایک سکّہ دیااورجب ملازمین نے حیران ہوکراحتجاج کیاتومُلاّ نے کہا'' مچھلی دفعہ سونے کے سکے آج کی خدمت کے صلے میں دیئے تھے اور پچھلی دفعہ کی خدمت کے صلے میں آج کے سکے دیئے۔

پیشکش:محمدعبدالرحمٰن شریف

11- غریب سخی

کسی شہر میں ایک شریف اور نیک دل آدمی رہتا تھا۔ وہ طبیعت کے لحاظ سے بڑا سخی آدمی تھا مگر بے چارہ غریب اور نادار تھا۔ دل میں سخاوت کا بڑا جذبہ تھا مگر سخاوت کے لیے اس کے پاس مال وزر نہ تھا۔ سخاوت پیسے کے بغیر نہیں ہوتی اور اس سخی کے پاس پیسہ نہ تھا۔

خدا تعالیٰ کسی بخیل کو مال دار نہ بنائے اور کسی سخی کو غریب نہ کرے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جس آدمی کے دل میں سخاوت کا جذبہ ہوتا ہے وہ دولت مند نہیں ہوتا یا جتنی وہ سخاوت کرنا چاہتا ہے اتنا اس کے پاس مال نہیں ہوتا، اگر مل بھی جائے تو اس کے پاس نہیں رکتا۔ جس طرح پہاڑ یا بلند جگہ پر پانی نہیں ٹھہر سکتا، اسی طرح سخی آدمی کے پاس مال ودولت جمع نہیں رہ سکتا کیوں کہ وہ سخاوت کے جذبے سے مجبور ہو کر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کر بیٹھتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ نادار اور غریب رہتا ہے۔

اتفاق سے ایسے ہی حالات میں قید خانے سے ایک قیدی نے اس سخی کو خط لکھا۔

''جناب۔ بہت مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں درخواست کر رہا ہوں۔ میں نے کسی آدمی سے قرض لیا تھا۔ بدقسمتی سے میں اس کا قرض ادا نہ کر سکا۔ اس نے قرض کی وصولی کے لیے سختی سے کام لیا اور میرے خلاف دعویٰ دائر کر کے مجھے قید خانے میں بند کروایا۔ میں نے آپ کی سخاوت اور دریا دلی کا بڑا چرچا سنا ہے۔ آپ میری بھی مدد کریں اور میرے قرض کی قم ادا کر کے مجھے اس قید سے آزاد کرا دیں۔ میں ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا''۔

قیدی کا خط پڑھ کر سخی کو بہت دکھ ہوا کیوں کہ اس وقت اس کے پاس ایک پیسہ تک نہ تھا۔ وہ دل ہی دل میں نادم ہوا کہ وہ ایک حاجت مند کی حاجت پوری کرنے سے معذور ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ کس طرح مقروض قیدی کی مدد کرے اور اسے قید خانے سے نجات دلائے۔ وہ ہر صورت میں مقروض قیدی کی امداد کرنا چاہتا تھا۔ آخر اس کے دماغ میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔

دوسرے دن سخی مقروض قیدی کے قرض خواہ کے پاس گیا۔ اس نے قرض خواہ کو ضمانت دی کہ وہ مقروض

قیدی کو قید سے آزاد کرا دے تو وہ چند دن میں اس کا قرض ادا کر دے گا۔ چناں چہ مقروض کو آزاد کر دیا گیا لیکن وہ ایسا گیا کہ دوبارہ لوٹ کر نہ آیا۔ قرض خواہ کو مقررہ مدت میں پیسے نہ ملے تو اس نے مقروض کی ضمانت دینے والے سخی کو قید خانے بھجوا دیا۔ غریب سخی نے اس پر کوئی احتجاج نہ کیا اور نہایت صبر و خاموشی سے قید میں وقت گزارتا رہا۔ جس قیدی کو اس نے آزاد کرایا تھا اس نے بھی سخی کی خبر نہ لی۔ کچھ عرصہ بعد ایک شخص سخی قیدی کے پاس آیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے حیران ہوتے ہوئے سخی سے پوچھا ''قیدی۔ تم چور، ڈاکو یا قاتل تو معلوم نہیں ہوتے ہو، پھر یہاں کیوں قید ہو؟''

سخی نے مسکرا کر کہا ''ایک مصیبت زدہ آدمی کو قید سے آزاد کرانے کے لیے میں نے یہ قید خود بخود قبول کی ہے''۔ ''میں سمجھا نہیں۔ ذرا کھل کر بتاؤ''۔ اس شخص نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

سخی قیدی نے جواب میں ہنس کر کہا ''میں اس سے زیادہ بتا کر اس آدمی کو بدنام نہیں کروں گا''۔

کافی عرصہ گزر گیا حتیٰ کہ وہ غریب سخی قیدی قید خانے میں ہی مر گیا لیکن اپنے کردار اور صبر و استقامت سے جود و سخا کی ایک ایسی عظیم مثال قائم کر گیا جو ہمیشہ باقی رہے گی۔

سبق: دنیا میں دوسروں کی خاطر رنج و مصیبت اٹھانے والے مر کر بھی نہیں مرتے۔ ان کا نام قیامت تک زندہ رہتا ہے اور وہ دوسروں کے لیے نیکی، ہمدردی اور قربانی کی ہمیشہ مثال بنے رہتے ہیں۔

شخصیات

1- پیارے نبی صلعم کی بہادری

2- حضرت ابوبکر صدیقؓ

3- حضرت فاطمہؓ

4- حضرت عثمانؓ

5- حضرت حسنؓ اور حسینؓ

6- مدر ٹریسا

7- مولانا آزاد

8- مولانا محمد علی

9- جاں باز سپاہی عبدالحمید

10- شیر میسور ٹیپو سلطان

1- پیارے نبی ﷺ کی بہادری

جو آدمی اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اسے بہادر کہتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ بہت بہادر تھے۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ جس رات آپ ﷺ مکہ شریف چھوڑ کر مدینہ شریف جا رہے تھے، اس رات کافروں نے آپؐ کے گھر کو گھیر لیا کہ آپ ﷺ کو سوتے میں قتل کر دیں۔ آپؐ ان کافروں سے نہیں ڈرے۔ قرآن شریف پڑھتے ہوئے باہر آ گئے۔ کافروں کو اللہ کے حکم سے نیند آ گئی۔ وہ آپ ﷺ کو جاتے ہوئے دیکھ ہی نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچا لیا۔

سورج نکلنے سے پہلے آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غار میں پناہ لی۔ جب آپؐ غار سے نکل کر مدینہ شریف کے راستے پر جا رہے تھے تو ایک کافر نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا۔ وہ گھوڑا دوڑا کر آگے بڑھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! دشمن تو بالکل پاس آ گیا۔ آپؐ ذرا نہ ڈرے، فرمایا "فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دشمن کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا، پھر اٹھا تو پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ وہ کافر سمجھ گیا کہ آپؐ، اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اللہ، آپؐ کو بچا رہا ہے۔ وہ کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بچا لیا۔

ایک بار مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو رہی تھی، آپؐ جنگ کے میدان میں ایک طرف پیڑ کے نیچے لیٹے تھے۔ آپ ﷺ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ ایک کافر اُدھر آ نکلا۔ اس نے آپ ﷺ کی تلوار پیڑ سے اُتاری اور بولا "محمدؐ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟"

آپؐ ذرا نہیں ڈرے۔ فرمایا "اللہ"۔ کافر، اللہ کا نام سن کر خود ڈر گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچا لیا۔

بچو! تم بھی اللہ پر بھروسہ کرو اور بہادر بنو تو تمہارا بھی کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ "جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے"۔

2- حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دوسروں کے کام آنا

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے بندوں کے کام آئیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ ہمیشہ دوسروں کے کام آتے تھے۔ آپؐ کے ساتھی بھی جنھیں ہم صحابی کہتے ہیں سب کے کام آتے تھے۔

ہمارے پیارے نبیؐ کے سب سے پکے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سب کے کام آتے تھے۔ ان کے گھر کے پاس ایسی بچیوں کا گھر تھا جن کے ماں باپ اللہ میاں کے پاس چلے گئے تھے۔ بچیاں اتنی چھوٹی تھیں کہ اپنی بکریوں کا دودھ بھی نہیں دوہ سکتی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان کے گھر جاتے اور ان کی بکریوں کا دودھ دوہ دیتے۔ جب ہمارے پیارے نبیؐ، اللہ کو پیارے ہوئے تو سب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو آپؐ کی جگہ اپنا حاکم یعنی خلیفہ بنایا۔ جب ان بچیوں کو پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے ہیں تو وہ فکر میں پڑ گئیں۔ کہنے لگیں ''اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپؓ نے فرمایا ''میں خلیفہ ہو گیا ہوں تو کیا ہوا۔ میں پہلے کی طرح تمہاری بکریاں دوہا کروں گا''۔ بچیاں یہ سن کر خوش ہو گئیں۔

مدینہ میں ایک اندھا آدمی رہتا تھا۔ اس کے لیے اپنا کام کرنا مشکل ہوتا تھا۔ ایک دن ہمارے پیارے نبیؐ کے خاص صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا میں کل سے اس آدمی کا کام کر دیا کروں گا۔

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ اس کا کام تو پہلے ہی کوئی کر گیا ہے۔ اس سے اگلے دن حضرت عمرؓ صبح سویرے وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ اس کے گھر کا کام کر رہے ہیں۔ ایسے ہی کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ صحابہؓ سے خوش تھا اور اس نے انھیں عزت دی تھی۔

3- حضرت فاطمہ

(نمونہ۔جہیز۔عنایت۔فرمانا۔غمگین۔سیدہ)

جس طرح ہمارے نبی ﷺ کی زندگی ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے اسی طرح آپ ؐ کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ کی زندگی تمام مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لیے نمونہ ہے۔سیدہ پاک حضرت فاطمہؓ کی والدہ اُمُّ المومنین حضرت خدیجہؓ تھیں۔ہمارے نبیؐ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تو حضرت خدیجہؓ نے سارا مال آپؐ کے حوالے کر دیا۔آپؐ نے وہ سب غریبوں اور حاجت مندوں میں بانٹ دیا۔جب ہمارے نبی ﷺ کی عمر 35 سال کی ہوئی تو حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہؓ عرب کے ایک بڑے گھرانے کی بچی تھیں لیکن اُن کے بچپن کا زمانہ بہت ہی سادگی سے گزرا۔انھیں کھیل کود اور فضول قصّے کہانیوں سے نفرت تھی۔اپنے والد کی باتیں بہت توجہ سے سنا کرتی تھیں اور بڑی محبت سے آپ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں۔

جب ہمارے نبیؐ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو جاہل لوگ آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتے اور کوڑا کرکٹ پھینکتے۔ایک دفعہ تو کسی نے آپؐ کے سر پر گندگی پھینک دی۔حضرت فاطمہؓ کو بڑا رنج ہوا۔آپؓ کا سر دھوتی جاتی تھیں اور آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے۔حضورؐ نے انھیں دلاسا دیا اور فرمایا ''بیٹی نہ رو، اللہ تیرے باپ کی حفاظت کرے گا''۔

حضرت فاطمہؓ بڑی ہوئیں تو 2ھ میں آپ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔حضرت سیدہ کے جہیز میں ہمارے دونوں جہاں کے سردار حضور اکرمؐ نے جو کچھ دیا وہ بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا گدّا جس میں روئی کی بجائے کھجور کی پتیاں تھیں، ایک چھاگل، دو چکیاں اور مٹی کے دو گھڑے تھے۔

حضرت علیؓ کے گھر میں کوئی نوکر یا نوکرانی تو تھی نہیں سارا کام حضرت فاطمہؓ خود ہی کرتیں۔مشک میں پانی لاتیں،

چکی پیستیں، کپڑے دھوتیں اور کھانا پکاتیں۔ایک دفعہ رسولؐ کے پاس حاضر ہوئیں کسی جنگ سے کچھ غلام آئے تھے۔عرض کیا'' یا رسولؐ مشک سے پانی بھرتے بھرتے سینے پر نشان پڑ گیا ہے، چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی ہیں، اگر آپ ایک خادم عنایت فرمائیں تو کچھ آرام ملے''۔حضورؐ نے فرمایا'' بیٹی ! مجھے ابھی بہت سے ضرورت مندوں کا انتظام کرنا ہے۔ان سے پہلے میں تم کو کیسے دے سکتا ہوں۔تم صبر سے تکلیف اٹھالو۔آخرت میں تمھیں بڑی نعمتیں ملیں گی''۔اس کے بعد حضرت فاطمہؓ بھی غریبی میں بہت خوش تھیں۔کبھی کبھی حضرت علیؓ تو اپنا کھانا کسی بھوکے کو کھلا کر خود فاقے میں رات گزار دیتے۔حضرت فاطمہؓ کا بھی یہی حال تھا۔

حضرت فاطمہؓ کے دو فرزند حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بڑی عمر تک زندہ رہے۔اُمِّ کلثومؓ اور زینبؓ آپ کی صاحب زادیاں تھیں۔آپؓ نے اپنے بچوں کی تربیت بھی اس طرح کی تھی کہ مسلمان رہتی دنیا تک اُن پر فخر کریں گے۔رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ ہمیشہ غمگین رہتی تھیں۔آخر 6 ماہ بعد وہ بھی حضور ﷺ سے جا ملیں۔اُن پر اللہ کی رحمت ہو۔

4- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عثمان بن عفان اور لقب ذوالنورین ہے۔آپؓ بہت بڑے تاجر اور صاحب مال تھے۔کثرت دولت اور سخاوت کی وجہ سے آپ کا نام غنی پڑ گیا اور آپؓ عثمان غنی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہادت کے بعد آپؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ بنے۔آپؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔آپؓ نے بارہ سال تک خلافت کے فرائض انجام دیئے۔آپؓ کی خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کی ترتیب ہے۔موجودہ قرآن مجید وہی ہے جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا۔اسی لیے آپؓ کو جامع القرآن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت حیا کی پیکر تھی۔آپؓ کی شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ آپؓ کے جسم کو

کبھی کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ جب غسل کرتے تو تنہا مکان میں جا کر دروازہ بند کر لیتے۔ کپڑوں سمیت غسل کرتے اور بیٹھ کر غسل کیا کرتے تھے۔ آپؓ ہمیشہ نظر نیچی رکھتے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے بارے میں فرمایا ''حضرت عثمانؓ، شرم و حیا میں سب سے بڑھے ہوئے تھے''۔ ایک اور مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ''عثمان کی حیا سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں''۔ اللہ ہمیں بھی آپؓ کی طرح حیادار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپؓ بڑے مہمان نواز اور صاحب انکسار تھے۔ آپؓ کے کئی نوکر اور غلام تھے۔ اس کے باوجود اپنا ہر کام آپ خود ہی کر لیتے۔ کسی کو تکلیف نہ دیتے۔ آپؓ کا لباس نہایت معمولی ہوتا تھا۔ آپؓ ہمیشہ دوسروں کو عمدہ کھانا کھلاتے اور خود سرکہ اور زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف پر مبنی واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ آپؓ نے سزا کے طور پر اپنے ایک غلام کو کسی غلطی پر گوشمالی کی (کان مروڑا)۔ غلام کے زبان سے آہ کی آواز نکل گئی۔ غلام کی ''آہ'' سنتے ہی آپؓ پر لرزہ طاری ہو گیا اور بڑی دیر تک کسی گہری سوچ میں بیٹھے رہے پھر آپ نے فرمایا ''خدا کے بندے! تمہاری آہ سے میرا دل لرزنے لگا ہے یہاں آؤ۔ جس طرح میں نے تمہاری گوشمالی کی تھی اسی طرح تم بھی میرے کان کھینچ لو''۔ غلام نے مؤدبانہ انکار کیا۔ آپؓ نے فرمایا میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ غلام نے آپؓ کا کان آہستہ سے پکڑا۔ آپؓ نے فرمایا: یوں نہیں زور سے پکڑو۔ غلام نے عرض کیا آپؓ کو جس طرح قیامت کے روز کا خوف ہے اسی طرح مجھے بھی ہے کہ آپ جیسے آقا سے بے ادبی کے مواخذہ میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ یہ سنتے ہی آپ رونے لگے اور آپؓ نے اسی وقت غلام کو آزاد کر دیا''۔

5- حسنؓ اور حسینؓ کا بچپن

حضرت امام حسن اور حسین (اللہ ان سے راضی ہو) پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ اُن کے ابّا جان کا نام حضرت علیؓ تھا۔ امّی جان کا نام بی بی فاطمہؓ تھا۔ اللہ نے دونوں بھائیوں کو بڑی سمجھ دی تھی۔ دونوں ہر بات بڑی سمجھ داری سیکرتے اور کہتے تھے۔ اپنے سے بڑی عمر والوں کو کوئی بات بتانی ہوتی تو بڑی حکمت کے ساتھ بتاتے۔ ایسی ہی ایک مزے دار بات سنیے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں نماز اور وضو اور دین کی دوسری باتیں اچھی طرح سیکھ لی تھیں۔ ایک بار انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ وضو کر رہا تھا۔ اس نے غلط طریقے سے وضو کیا۔ دونوں بھائی سوچنے لگے کہ اس کا وضو کس طرح ٹھیک کرائیں؟ پھر دونوں بھائیوں نے بڑے مزے کی ترکیب سوچی۔

اس آدمی سے کہا "چچا میاں! ہم دونوں سگے بھائی ہیں۔ ہم آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں۔ آپ دیکھئے، ہم میں سے کون اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے"۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی وضو کرنے بیٹھ گئے۔ اس آدمی نے دونوں بھائیوں کا وضو کرنا دیکھا تو سمجھ گیا کہ وضو کا ٹھیک طریقہ یہی ہے اور ان دونوں بچوں نے بڑی حکمت کیساتھ مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ وہ ان دونوں کی سمجھ داری سے بڑا خوش ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ جسے پیارے رسول صلی الہ علیہ وسلم نے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور حضرت فاطمہؓ نے ہر بات بتائی اور سکھائی ہو اس کا کیا کہنا!

دونوں بھائی بچے ہی تھے کہ ایک بار کسی بات پر لڑ پڑے۔ پھر ماں کے پاس شکایت لے کر گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا "مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں کہ حسنؓ نے مارا یا حسینؓ نے، میں تو یہ جانتی ہوں کہ تم دونوں پر اللہ میاں خفا ہوں گے کیوں کہ اللہ میاں لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتے۔

یہ سن کر دونوں بھائیوں نے سر جھکا لیا۔ پھر کہا "امی جان! آپ معاف کر دیں اور اب ہم کبھی نہ لڑیں گے"۔

حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا "معافی اپنے اللہ سے مانگو، چلو وضو کرو اور نماز پڑھ کر خدا کو راضی کرلو"۔

دونوں بھائی وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہوگئے اور بڑے بھولے پن سے اپنے مالک کے آگے گڑگڑا، گڑگڑا کر معافی مانگنے لگے۔ کیسے اچھے تھے دونوں بھائی اور کیسی اچھی تھیں بی بی فاطمہؓ۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

6- مدرٹریسا

مدرٹریسا 1910ء میں یوروپ کے ایک ملک یوگوسلامیہ کے ایک ضلع اسکوپیا میں پیدا ہوئیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں وہ نن (راہبہ) بن گئیں۔ 1937ء میں وہ ہندوستان آئیں اور کلکتہ کے ایک اسکول میں پڑھانے لگیں۔ یہ اسکول موتی جھیل نامی بستی میں واقع تھا۔ اس بستی کے رہنے والے نہایت غریب لوگ تھے۔ ان میں جہالت بھی زیادہ تھی۔ مدرٹریسا ایک دردمند دل رکھتی تھیں۔ ان سے بستی کے لوگوں کی حالت دیکھی نہ گئی۔ 1946ء میں دراجلنگ کے سفر کے دوران انھوں نے غریبوں کی خدمت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ راہبہ کا لباس ترک کرکے وہ نیلی پٹی والی سفید ساڑی پہننے لگیں اور غریبوں کی خدمت میں لگ گئیں۔

اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے سب سے پہلے موتی جھیل میں ایک مدرسہ قائم کیا اور خود بھی وہیں رہنے لگیں۔ وہ سب کے دکھ درد میں شریک ہوتیں۔ غریبوں، ناداروں اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتیں۔ ان کے کئی شاگرد یہاں آکر ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ ان کے خلاص، محنت اور لگن کو دیکھ کر بستی کے لوگ ان سے محبت کرنے لگے۔ کچھ ہی عرصہ میں اس بستی کی کایا پلٹ گئی۔ غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی مدد کرنا اور ان کے دکھ درد میں کام آنے کو وہ عبادت سمجھتی تھیں۔

ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں جا رہی تھیں۔ انھوں نے فٹ پاتھ پر ایک دردناک منظر دیکھا۔ ایک زخمی عورت درد سے کراہ رہی تھی۔ اس کے زخموں سے خون رس رہا تھا۔ کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ مدرٹریسا سے اس عورت کی حالت دیکھی نہ گئی۔ اس عورت کو انھوں نے دواخانہ میں شریک کروایا۔

اس واقعہ کا ان کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ انھوں نے کلکتہ میں ''ٹنڈر ہارٹ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تا کہ اس کے ذریعہ مجبوروں اور محتاجوں کی مدد کی جاسکے۔ آہستہ آہستہ ملک اور بیرون ملک میں ادارے کی کئی شاخیں قائم کی گئیں۔

ہمارے ملک میں جذام کے مریضوں کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ عام طور پر لوگ ایسے مریضوں

سے دور ہی رہتے ہیں۔ مدر ٹریسا نے مریضوں کی افسوس ناک حالت دیکھی تو انھوں نے ان کے علاج کے لیے جگہ جگہ مراکز قائم کئے۔ ان میں جذامیوں کا علاج بھی ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی و محبت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کے دلوں سے مایوسی کا احساس ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مدر ٹریسا ہر مذہب کا احترام کرتی تھیں۔ ان کے تعلیمی اور عوامی خدمت کے اداروں میں کسی کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جاتا اور ٹنڈر ہارٹ میں مرنے والوں کی آخری رسومات ان کے مذہب کے مطابق کی جاتی تھیں۔

مدر ٹریسا کی قربانی، ایثار اور خدمات کا ساری دنیا میں اعتراف کیا گیا ہے۔ بہت سے ملکوں نے انھیں انعامات سے نوازا لیکن انعامات سے ملنے والی رقم کو انھوں نے اپنے لوگوں کے بھلائی کے کاموں میں صرف کی۔

مدر ٹریسا کی خدمات کے صلے میں ہماری حکومت نے انھیں ''بھارت رتن'' کا خطاب دیا جو ملک کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔ انھیں دنیا کا سب سے بڑا انعام ''نوبل انعام'' بھی دیا گیا۔ اس کے علاوہ ''امن انعام'' پدم شری اور نہرو ایوارڈ وغیرہ سے نوازا گیا۔ جتنے انعامات و اعزازات مدر ٹریسا کو ملے ہیں دنیا کی کسی خاتون کو نہیں ملے۔

7- مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام احمد محی الدین تھا۔ آزاد تخلص کرتے تھے۔ وہ 11 نومبر 1888ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مولانا خیر الدین تھا۔ ابھی آزاد چھوٹے ہی تھے کہ مولانا خیر الدین اپنے خاندان کے ساتھ ہندوستان آ: ے اور کلکتہ میں مقیم ہو گئے۔

مولانا خیر الدین عربی کے بہت بڑے عالم تھے مگر انھوں نے اپنے لڑکے ابوالکلام کو اردو زبان و ادب کی اچھی تعلیم دی۔ اس لئے مولانا آزادؔ کو عربی، فارسی اور اردو میں بڑا کمال حاصل ہوا۔

مولانا آزادؔ کو مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ اپنے بچپن میں وہ کھیلنے کودنے کے بجائے پڑھنے لکھنے میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ اپنے جیب خرچ سے کتابیں خریدتے اور انھیں شروع سے آخر تک پڑھ لیتے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں وہ فارغ التحصیل ہو گئے۔ مولانا آزاد نے غیر معمولی ذہانت کے ساتھ بلا کا حافظہ بھی پایا تھا۔ 1905ء میں وہ مصر گئے تاکہ وہاں کی مشہور یونی ورسٹی جامعہ ازہر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔

آزادؔ بڑے اچھے مقرر تھے۔ ان کی تحریری صلاحیت بھی غیر معمولی تھی۔ بہت کم عمری میں وہ اپنے وقت کے مشہور رسائل اور اخبارات میں مضامین لکھنے لگے تھے۔ 1912ء میں انھوں نے اپنا اخبار ''الہلال'' نکالا اس اخبار میں زیادہ تر مضامین مولانا آزادؔ ہی لکھا کرتے تھے۔ ان کے مضامین پڑھ کر لوگ انھیں عمر رسیدہ آدمی سمجھنے لگے تھے۔

مولانا آزاد ایک وطن پرست انسان تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے وہ زبردست حامی تھے۔ قومی یک جہتی کی بہترین مثال مولانا کے اس بیان میں مل سکتی ہے۔ وہ کہتے ہیں ''اگر ایک فرشتہ آسمان کی بلندی سے اتر آئے اور دہلی کے قطب مینار پر کھڑے ہو کر کہے کہ 24 گھنٹوں کے اندر سوراج مل سکتا ہے، بہ شرط یہ کہ ہندوستان، ہندو مسلم اتحاد سے دست بردار ہو جائے تو میں سوراج سے دست بردار ہو جاؤں گا لیکن اتحاد سے دست بردار نہیں ہوں گا کیوں کہ سوراج ملنے میں دیر ہو تو اس میں ہندوستان کا نقصان ہو سکتا ہے لیکن اتحاد اگر جاتا رہا تو یہ عالم انسانیت کا نقصان ہوگا''۔

آزادی کی جنگ میں کئی بار جیل گئے اور جیل کی سختیاں برداشت کیں۔1920ء میں جیل سے رہائی کے بعد مولانا آزادؔ کی ملاقات مہاتما گاندھی سے ہوئی اور مولانا آزاد کانگریس میں شریک ہوگئے۔ مولانا آزاد نے گاندھی، لوک مانیہ تلک، پنڈت جواہر لل نہرو اور دیگر قومی رہنماؤں کے ساتھ مل کر ہندوستان کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔

1947ء میں ہندوستان آزاد ہوا۔1952 میں مولانا آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم مقرر ہوئے اور تعلیم کے لئے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔22 فروری 1958ء کو مولانا آزادؔ کا انتقال ہوگیا۔ جامع مسجد دہلی کے بیرونی حصے میں ان کا مزار ہے۔

8- مولانا محمد علی جوہرؔ

ہمارے ملک ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے والے قومی رہنماؤں میں مولانا محمد علی کا نام بہت مشہور ہے۔

مولانا محمد علی 10 دسمبر 1878ء کو رامپور میں پیدا ہوئے۔ ابھی وہ دو سال کے بھی نہ ہو پائے تھے کہ ان کے والد عبدالعلی خاں کا انتقال ہوگیا لیکن ان کی والدہ نے اپنے بچوں کی تعلیم جاری رکھی اور انھیں اعلیٰ تعلیم دلوانے کا پکا ارادہ کرلیا۔ والدہ کا نام آبادی بانو تھا۔ وہ بڑی نیک اور باہمت خاتون تھیں۔ محمد علی اور ان کے بھائی بہن انھیں ''بی اماں'' کہا کرتے تھے۔ مولانا محمد علی بچپن ہی سے بہت ہوشیار اور پڑھنے لکھنے میں بہت تیز تھے۔ رامپور میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ یہاں سے انھوں نے بی اے کی ڈگری لی اور اول نمبر پر کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد وہ مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انگلستان گئے اور وہاں چار سال تک رہے۔

انگلستان سے لوٹنے کے بعد مولانا محمد علی ریاست بڑودہ میں ملازم ہوگئے لیکن وہ ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتے تھے اس لئے ملازمت ترک کر کے انھوں نے انگریزی میں ''کامریڈ'' اور اردو میں ''ہمدرد'' نامی

اخبارات نکالے۔اس وقت ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔مولانا محمد علی ہندوستان کو آزاد کرانے کی کوششوں میں حصہ لینے لگے۔اس وقت جنوبی افریقہ میں گاندھی جی بھی انگریزوں کے ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے۔گاندھی جی افریقہ سے ہندوستان لوٹے تو انھوں نے دیکھا کہ مولانا محمد علی اور ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی بھی انگریزوں کی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔مولانا محمد علی اور گاندھی جی کا مقصد ایک تھا،اس لئے دونوں میں دوستی ہوگئی۔

پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو انگریزوں کے ہاتھوں شکست ہوئی۔انگریز ترکی حکومت کے خلیفہ کو تخت سے اتارنا چاہتے تھے۔دنیا بھر کے مسلمان ترکی خلیفہ کو اپنا خلیفہ مانتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔اس لئے سب مسلمان اس بات سے ناراض تھے۔ہندوستانی مسلمان بھی نہیں چاہتے تھے کہ ترکی خلیفہ کو تخت سے اتارا جائے۔مولانا محمد علی نے بھی اس معاملے میں انگریزوں کی مخالفت کی اور پورے ملک میں ایک تحریک چلائی۔ جسے ''خلافت تحریک'' کہتے ہیں۔گاندھی جی نے بھی اس تحریک کا ساتھ دیا اور ہندوستانیوں سے کہا کہ وہ انگریزوں کا بائیکاٹ کریں۔سارے ہندوستانی جن میں ہندو،مسلمان سبھی شامل تھے،انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔بچے بچے کی زبان پر شعر تھا

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

انگریزوں نے مولانا محمد علی اور گاندھی جی دونوں کو گرفتار کرلیا۔

ملک کی آزادی کے لئے مولانا محمد علی کو انگریزوں نے کئی بار جیل میں ڈالا لیکن انھوں نے ہمت نہیں ہاری۔وہ جیل سے باہر آکر انگریزوں کے خلاف کامریڈ اور ہمدرد میں مضامین لکھتے اور تقریریں کرتے۔انھیں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔انگریزی تو وہ اتنی اچھی لکھتے اور بولتے تھے کہ خود انگریز ان کی تعریف کرتے تھے۔وہ اردو میں شاعری بھی کرتے تھے۔ان کا تخلص جوہرؔ تھا۔

1930ء میں انگریزوں نے لندن میں ہندوستانی نمائندوں کی کانفرنس بلائی تا کہ ہندوستان کی آزادی کے بارے میں بات چیت ہو۔اس زمانے میں مولانا محمد علی سخت بیمار تھے۔پھر بھی کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن گئے اور انگریزوں کے سامنے ہندوستان کی آزادی کے بارے میں زوردار تقریر کی اور کہا

''میں یہاں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے آیا ہوں۔ ہندوستان کا بچہ بچہ میرے ساتھ ہے۔ ہندوستانیوں کو آزادی ملنی چاہئے۔ اگر تم نے آزادی نہیں دی تو یہیں میں اپنی جان دے دوں گا''۔

اور سچ مچ خدا نے مولانا محمد علی کی بات رکھ لی۔ 4 جنوری 1931ء کو لندن میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انھیں بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔

1978ء میں سارے ہندوستان میں مولانا محمد علی صدی منائی گئی۔ ڈاک کے محکمہ نے ان کی یاد میں خاص ٹکٹ جاری کیا۔ جگہ جگہ جلسے ہوئے اور انھوں نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے جو جو قربانیاں دی تھیں ان کی یاد تازہ کی گئی۔ آج بھی ہم، مولانا محمد علی کی یاد کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

9- جاں باز سپاہی عبدالحمید

ہمارا ملک امن و محبت کا گہوارہ ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی، گوتم بدھ اور گرو نانک جیسی بے مثال ہستیوں نے یہیں سے دنیا کو پیار اور بھائی چارگی کا پیغام دیا۔ یہیں اکبر اور اشوک جیسے انسان دوست بادشاہ ہوئے۔ اسی زمین پر اشفاق اللہ خان اور بھگت سنگھ جیسے وطن پرست اور بہادر انسان پیدا ہوئے۔ شہید عبدالحمید جیسا جاں باز سپاہی بھی اسی مٹی سے اٹھا۔

عبدالحمید اتر پردیش کے ضلع غازی پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں دھام پور میں پیدا ہوئے۔ یہ کسانوں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس میں چند گھر درزیوں کے بھی ہیں۔ عبدالحمید کے والد محمد عثمان ایک غریب درزی تھے۔ ان کے پاس تھوڑی سی زمین بھی تھی لیکن کپڑے سینا ان کی روزی روٹی کا اصل ذریعہ تھا۔ سارے کنبے کی پرورش ان کے ذمے تھی۔ بڑی مشکل سے گزر بسر ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے عبدالحمید کو ایک مدرسہ میں داخل کر دیا تا کہ وہ پڑھ لکھ کر ان کا سہارا بن سکے لیکن اپنی غریبی کی وجہ سے وہ حمید کو چوتھے درجہ تک ہی پڑھا سکے۔

عبدالحمید بچپن ہی سے بہادر اور نڈر تھے۔ اکثر جنگل کو نکل جاتے اور اپنی بندوق سے شکار کھیلا

کرتے۔ ان کا نشانہ بہت اچھا تھا۔ وہ تندرست اور مضبوط بدن کے مالک تھے۔ عبدالحمید بچپن ہی سے بہادری کے قصے اور کارنامے سنتے آئے تھے۔ ان کے دل میں بھی بہادری کا کوئی ایسا کارنامہ انجام دیں جس سے تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ رہے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر اپنے ملک کی خدمت کریں۔ 1954ء کی ایک صبح انھیں معلوم ہوا کہ فوج میں نوجوانوں کی بھرتی ہو رہی ہے، وہ فوراً وہاں پہنچے۔ جانچ کے بعد انھیں فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ اس طرح عبدالحمید کی دلی آرزو پوری ہوگئی۔

1965ء میں ایک پڑوسی ملک نے ہمارے ملک پر حملہ کر دیا، حملہ اچانک ہوا تھا اور بڑا شدید تھا۔ سارا علاقہ توپوں کے دھماکوں اور جنگجوں طیاروں کی گھن گرج سے لرزنے لگا۔ توپ کے گولوں اور طیاروں کی بمباری نے اس علاقے کے دیہاتوں کو تہس نہس کر دیا۔ پڑوسی ملک کے ٹینک اپنی بناوٹ کے اعتبار سے بے حد مضبوط اور خطرناک تھے۔ ان ٹینکوں کا خاص ہتھیار وہ توپ تھی جو دو ہزار میٹر دوری تک نشانہ لگا سکتی تھی۔ اس میں ہوائی جہاز کو مار گرانے والی مشین گن بھی لگی ہوئی تھی۔ یہ ٹینک تیزی سے ہمارے ملک کی سرحدوں میں گھستے چلے آرہے تھے۔ عبدالحمید اپنے فوجی دستے کے ساتھ ان کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ ان کے پاس دوربین تھی جس سے وہ میدان جنگ میں دور تک دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اگر ان ٹینکوں کو روکا نہ گیا تو یہ بڑی تباہی مچائیں گے۔ عبدالحمید نے اپنے سپاہیوں کو فائرنگ کا حکم دیا اور خود آگے بڑھ گئے۔ ان کے پاس بندوق کے علاوہ کئی دستی بم بھی تھے۔ وہ نہایت بہادری سے آگے بڑھتے گئے اور ایک محفوظ مقام دیکھ کر وہیں ٹھہر گئے۔ اتنے میں دشمن کا ایک ٹینک دھماکے سے پھٹ گیا۔ عبدالحمید کا حوصلہ اور بھی بلند ہو گیا۔

جنگ کا میدان آگ، دھوئیں اور گرد و غبار سے بھر گیا تھا۔ سامنے کی چیزیں بھی مشکل سے نظر آرہی تھیں۔ عبدالحمید نے اپنی دوربین سے دیکھا کہ دشمن کے اور تین ٹینک ان کی جانب بڑھے چلے آرہے ہیں۔ انھوں نے فوراً دستی بم نکالا اور نشانہ لے کر ایک ٹینک کی طرف اچھال دیا۔ ایک بھیانک دھماکہ ہوا اور وہ ٹینک شعلوں کی نظر ہو گیا۔

تیسرا ٹینک بھی ان کے نشانے کی زد پر تھا۔ انھوں نے نہایت تیزی سے اس پر بھی دستی بم سے حملہ کر دیا۔ دشمن حیران تھا کہ بم کہاں سے آرہے ہیں۔ جن سے ان کی مضبوط ترین ٹینک تباہ ہو رہے ہیں۔ اسی دوران چوتھا ٹینک بھی وہاں گولیاں برساتا ہوا آگے بڑھا لیکن اس کی تباہی بھی مقدر تھی۔ عبدالحمید کے ہاتھوں

سے نکلا ہوا بم اس کی بربادی کا پیغام ثابت ہوا۔ اس طرح دشمن کے چار ٹینک دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئے۔ دشمن کی صفوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔

اس کارنامے سے ہمارے فوجیوں میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ بد قسمتی سے دشمن کی نظر عبدالحمید پر پڑ گئی اور دشمن کی بندوق سے نکلی ہوئی سنسناتی ہوئی دو گولیاں ان کے جسم میں گھس گئیں۔ عبدالحمید اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ تیسری گولی ان کے سینے میں آ لگی جس سے وہ زمین پر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ عبدالحمید کی قربانی رنگ لائی۔ اس لڑائی میں دشمن پسپا ہو گئے۔ عبدالحمید وطن کی حفاظت میں مر کر ''امر'' (زندہ جاوید) ہو گئے۔ عبدالحمید کی جواں مردی اور بے مثال بہادری کے صلے میں حکومت ہند نے انھیں سب سے بڑے فوجی اعزازی ''پریم ویر چکر'' سے نوازا۔ آج ایک گاؤں کے غریب بیٹے کا نام سارے ملک میں عزت و فخر سے لیا جاتا ہے۔

10- شیر میسور ٹیپو سلطان

ٹیپو سلطان تحریک آزادی ہند کا وہ عظیم مجاہد ہے جس کی بہادری اور اولوالعزی ضرب المثل ہے۔ ٹیپو سلطان کا اصل نام فتح علی تھا۔ ان کے والد کا نام حیدر علی تھا جو ریاست میسور کے بادشاہ تھے۔ ٹیپو سلطان 10 فروری 1750ء کو دیون ہلی، کولار میں پیدا ہوئے۔ ٹیپو سلطان کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ انھیں لڑائی کے تمام طریقے بھی سکھائے گئے تھے۔ پندرہ سال کی عمر ہی سے ٹیپو اپنے والد حیدر علی کے ساتھ جنگوں میں شریک ہونے لگے تھے۔ ٹیپو سلطان، والد کے انتقال کے بعد 7 ستمبر 1782ء کو میسور کے بادشاہ بنے۔ سری رنگا پٹنم ان کی حکومت کا صدر مقام تھا۔

ٹیپو سلطان ایک رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ تھے۔ وہ غریبوں کے دکھ درد میں ہمیشہ شریک رہتے تھے۔ انھوں نے کسانوں کو مفت زمین دی۔ ریاست میں چھوٹی بڑی عدالتیں قائم کیں۔ پنڈت اور قاضی انصاف کے لئے مقرر کئے۔ ٹیپو سلطان نے مسجد اور مندر بھی تعمیر کروائے۔ مندروں کے اخراجات کے لئے جاگیریں عطا کیں۔ ان کی فوج میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ ان کے وزیر اعظم پورنیا تھے۔ ٹیپو

سلطان کی ریاست سارے ہندوستان میں سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اورخوش حال ریاست تھی۔ٹیپو سلطان کی خوش مزاجی، بلند ہمتی، مذہبی رواداری، معاملہ فہمی اور خودداری اپنی مثال آپ تھے۔ٹیپو سلطان انسانیت کے علم بردار اور مساوات کے پیکر تھے۔ان کی نظر میں ہندو مسلم ایک تھے۔ٹیپو سلطان بہت بہادر تھے۔ایک دفعہ تو انھوں نے شیر کا اکیلے مقابلہ کیا اور اسے اپنی تلوار سے مار ڈال۔انگریز، ٹیپو کی بہادری سے ہمیشہ پریشان رہتے تھے۔بہادری ہی کی وجہ سے ٹیپو کو ''شیر میسور'' بھی کہا جاتا ہے۔

ٹیپو سلطان کو اپنے وطن سے بہت محبت تھی۔انگریزوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔وہ، انگریزوں کو ملک سے نکال دینا چاہتے تھے اسی لئے ان سے لڑتے رہے اور انھیں کئی بار ہرایا لیکن انگریزوں نے چال بازی سے کام لیا۔ٹیپو سلطان کے بعض ساتھی انگریزوں سے مل گئے اور ٹیپو سلطان بہادری سے لڑتے لڑتے 4 مئی 1799ء کو سری رنگا پٹنم کے میدان میں شہید ہوگئے۔مرتے مرتے بھی شیر میسور کی زبان پر یہ الفاظ تھے ''گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے''۔اس عظیم مجاہد کی خون آلود لاش کو دیکھ کر لارڈ ہارس نے راحت کی سانس لی اور کہا ''آج ہندوستان ہمارا ہوگیا''۔

پیارے بچو! ٹیپو سلطان کی زندگی سے ہمیں بہادری اور اپنے وطن کے لئے جان قربان کر دینے کا سبق ملتا ہے۔